قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربه فصلیٰ (القرآن الکریم)

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوّف کیا ہے ؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا مِلے ، اِس میں شک نہیں کہ یہ دِین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النّیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصُولِ رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطالعے ، نبیِّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حَسَنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت مِلتا ہے ۔

(دلائِل السُّلُوک)

ماہنامہ المرشد لاہور

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
نومبر ۱۹۹۰ء

شمارہ : ۴
جلد : ۱۲

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۱۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تاحیات	۲۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تاحیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تاحیات	۱۰۰ امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت،
تبصرے، شکایات اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

دفتر ماہنامہ "المرشد"
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ المرشد کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ،
شیخِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم-اے (عربی) ایم-اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

فہرست

اداریہ ۴
ہدایات شیخ ۵
غبار راہ سے خضر راہ تک ۱۲
اشاعت دین ۱۷
اولیاء اللہ ۲۹
خطبات غوث الاعظمؒ ۳۹
کیا فرق پڑتا ہے ۴۱

ناظم طباعت : وقار مصطفیٰ

آرٹ : صلاح الدین ایوبی

پبلشر : حافظ عبدالرزاق

پرنٹر : طیب جمال پرنٹرز

ملک ایک مرتبہ پھر انتخابات کے آزمائش سے گزرا ہے [illegible] جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ گزشتہ انتخابات کے نتائج سے مختلف ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک [illegible] عبرت بھی اس میں پوشیدہ ہے کہ جب مسلمان متحد ہو جائیں تو باطل کی قوت میں کتنی ہی شدت کیوں نہ ہو شکست اس کا مقدر ہوتا ہے

نئی منتخب اسمبلی میں نیک لوگ بھی منتخب ہو کر آئے ہیں جو اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ اور دین کی بالا دستی قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن اسی گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہو کر آئے ہیں جن کا مقصد صرف اقتدار اور دنیاوی لالچ ہے جو دین کے راستے میں رکاوٹ تو بن سکتے ہیں مددگار نہیں اگلے پانچ سال کے دوران دیکھنا یہ ہے کہ اس گروپ میں نیک افراد کا غلبہ ہوتا ہے یا باطل نیکوں کے لبادے میں سبقت لے جاتے ہیں نیکی اور بدی کی جنگ سرد ہو یا گرم جاری رہے گی

یہ منتخب ارکان اگر دین کو غالب کرنے اور اللہ کی حکمرانی کو اس ملک عزیز پر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف وہ اللہ کے آگے سرخرو ہوں گے بلکہ اگلے انتخابات میں کامیابی ان کے لئے یقینی ہو گی اور تاریخ بھی ان کو کبھی فراموش نہیں کرے گی ورنہ کرسی اقتدار پر افراد آتے ہیں دو دن کا میلہ لگتا ہے اور پھر ایسے جاتے ہیں جیسے صفحہ ہستی پر ان کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو

ہدایات شیخ

مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل کا بہت بڑا احسان ہے اور یہ صرف بے کہنے کی بات نہیں ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جس طرح کی برکات سلسلہ عالیہ نے تقسیم کی ہیں اور کر رہا ہے اس کی نظیر خیرو القرون میں ملتی ہے اس کے بعد اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق مبارک یہی تھا کہ جو بھی ایمان لا کر بارگاہ عالی میں حاضر ہوا وہ روشن دل لے کر اٹھا اور کیفیت سے سرفراز ہوا بغیر اس قید کے کہ وہ امیر تھا یا غریب بوڑھا تھا یا جوان عالم تھا یا ان پڑھ مرد تھا یا خاتون صحابہ کرام رحمتہ اللہ علیھم اجمعین کی صحبت میں جو آنجاوہ تابعی بن کر اٹھا تابعین کے حضور جسے حاضری نصیب ہوئی وہ تبع تابعین کا طبقہ کہلایا اس کے بعد جہاں بے شمار شعبے تقسیم ہوئے علم ظاہر کے مختلف شعبے مختلف علوم بن گئے اور لوگوں نے عمریں صرف کر کے ایک ایک فن کی خدمت کی اسی طرح ان کمالات میں بھی وہ تیزی نہ رہی اگرچہ تاریخ اسلام اہل اللہ کے عظیم ناموں سے جگمگاتی ہے اور شاید آسمان پر ستاروں کی تعداد تو ممکن ہے کم ہو لیکن اس امت مرحومہ میں اہل اللہ کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو گی ہر دور میں ہر عہد میں ہر جگہ ایسے لوگ اللہ اللہ کرتے رہے جنہوں نے

باقاعدہ محنت کی مجاہدے کیے عمریں صرف کیں قربانیاں دیں آرام چھوڑے اور ان برکات کو حاصل کیا لیکن یہ طریقہ کار رہا کہ بہت بہت بڑے عظیم نام جب ہم دیکھتے ہیں تو ان کے پاس بھی لاکھوں افراد اگر آئے تو ظاہری اصلاح کے علاوہ کیفیات قلبی محدودے چند لوگوں کو نصیب ہوئیں دو چار پانچ کو منتخب فرما کر یہ کیفیات قلبی سے نوازا باقی لوگ اصلاح ظاہری تک ہی رہے اور یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے یہ اللہ کریم کا احسان اس کا اپنا نظام ہے کہ جب چاہتا ہے اور جب ضرورت سمجھتا ہے تو نظام ربوبیت کے سبب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ مہیا کر دی جاتی ہے اب شاید چودہ صدیاں بعد پھر سے اس قلبی گرمی کی اور اس قلبی روشنی کی ضرورت انسانیت کو پیش آگئی اور یہ بھی ایک ظاہر سمجھنے کی بات ہے کہ جس قدر زبانی تبلیغ آج ہوتی ہے پہلے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ ممکن ہی نہ تھی آج ذرائع ایسے ہیں کہ پہلے ایسے ذرائع نہ تھے ایک آدمی بات کرنا چاہتا تھا تو اسے چل کر وہاں جانا پڑتا تھا اب دنیا کے ایک اسے سے بات کی جاتی ہے دوسرے سرے تک پہنچ جاتی ہے ریڈیو ٹیلی ویژن اخبار عام رسالے بے شمار مذہبی رسالے ہیں اس کے علاوہ اب یہ طریقہ بن چکا ہے کہ ہر اخبار ہر رسالے

والا مذہبی موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھتا ہے پھر ہر گاؤں ہر قریے ہر شہر میں بے شمار مساجد ہیں جہاں کم از کم جمعہ کو تو ضرور وعظ ہوتا ہے پھر لوگ زندگی بھر تبلیغی مشن پر سرگرم عمل رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنا آرام چھوڑ کر کام چھوڑ کر اللہ کی باتیں لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں بے شمار تبلیغ ہوتی ہے لیکن شاید عام لوگوں میں استعداد قبولیت اس درجہ کی نہیں رہی کہ وہ اس تبلیغ سے اپنے آپ کو بدل سکیں جس قدر تبلیغ ہوتی ہے اس قدر اثرات نہیں پیدا ہوتے شاید اس زمانے تک چلتے چلتے ہمارے دلوں میں ایک طرح کا زنگ ایک طرح کی بے ہوشی یا ایک طرح کی بیماری پیدا ہو گئی ہے جس کے لئے اس سے زیادہ مضبوط خوراک کی ضرورت ہو گی تو اللہ کریم نے پھر سے یہ نعمت ارزاں فرمائی اور سلسلہ عالیہ کے اوصاف میں بھی بہت بڑا رفعت ہے رب جلیل کی طرف سے کہ ہر داخل ہونے والا کیفیات قلبی حاصل کرے تھوڑی یا زیادہ کرے یہ الگ بات ہے لیکن خالی کوئی نہ ہو کسی کو اس سے الگ نہ رکھا جائے یہ بہت بڑا احسان ہے رب کریم کا ہم پر۔

اب بہت عجیب بات یہ ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہوتا ہے کہ جب آدمی ذکر کرتا ہے یا عبادت کرتا ہے یا نیکی کا کوئی کام کرتا ہے تو شاید اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کے راستے میں کوئی مشکل ہی نہ آئے اور اسے نہ بیمار ہونا چاہئے نہ افلاس و تنگدستی آنی چاہئے نہ اس پر کوئی دنیاوی پریشانی آنی چاہئے یہ محض غلط فہمی ہے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جو اللہ کو راضی رکھنے کے لئے بہت سی چیزیں قربان کرتے ہیں بہت سی تکلیفیں سہتے ہیں بہت سی خواہشات کو دم توڑتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن ان کی تکمیل کے لئے نہیں لپکتے یہ پتہ نہیں کہ ہمارے ذہنوں میں کیسے آ گیا؟ یہ بالکل الٹ فلسفہ ہے یہ بالکل الٹ منطق ہے۔

اسی طرح ایک غلط فہمی یہ ہے کہ ہم اللہ اللہ کریں تو سارے لوگ ہماری تعریف کریں اللہ کریم فرماتا ہے جو میری راہ پر چلتے ہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ نیکی کے ساتھ ساتھ لوگوں کے طعنے بھی سہنے پڑتے ہیں تب ہی اللہ نے تعریف فرمائی کہ میرے لئے وہ لوگوں کے طعنے بھی سہتے ہیں لیکن میری یاد سے میرے نام سے میرے قرب کی تلاش سے باز نہیں آتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ اللہ کا ذکر اس شدت سے کرو حتی یقولون انہ لمجنون لوگ کہنے لگیں اس کا دماغ خراب ہے پاگل ہے ان ساری چیزوں کو دیکھا جائے تو جو تصور بن جاتا ہے کہ شاید ذکر کرنے نیکی کرنے یا اللہ اللہ کرنے سے ساری مشکلیں بھی آسان ہوتی جائیں گی لوگ بھی تعریف کریں گے تو میرے خیال میں یہ بنیادی تصور ہی غلط ہے اس راستے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سارے لوگ اس طرف نہیں چلتے اللہ کریم فرماتے ہیں وقلیل من عبادی الشکور بہت تھوڑے بندے اتنے حوصلے والے ہوتے ہیں جو اس راستے پر چلتے ہیں اکثریت کو آپ دیکھیں روئے زمین پر کتنے انسان ہیں اور ان سے نسبت نکال کر دیکھیں اللہ کی راہ میں تکلیفیں سہنے والے کتنے ہیں وہ نہ ہونے کے برابر ہوں گے جسے ذرہ برابر کوئی چیز چھوڑنی پڑتی ہے تو وہ سب سے پہلے اللہ کو اور اللہ کے دین کو چھوڑتا ہے آپ روزمرہ کی زندگی میں دیکھیں کسی کو زکام ہو جائے کھانا اس سے نہیں چھوٹتا نیند نہیں چھوٹتی دفتر نہیں چھوٹتا لیکن نماز فوراً چھوٹ جاتی ہے سب سے پہلے جس چیز کو وہ چھوڑے گا وہ اللہ کی عبادت ہے کہ آج طبیعت خراب ہے آج نماز نہیں پڑھنا ہے دفتر بھی چلا جائے گا مزدوری بھی کرے گا کھانا بھی کھا لے گا یہ سارے کام کرے گا لیکن نماز کے لئے

خواب ہے یعنی سب سے پہلے جو زد میں آتا
دین ہے اور یہی انسان کی کمزوری ہے اللہ کریم
ہیں جو میرے بندے ہیں وہ جان بھی دے دیتے
کہ جان چلی جائے لیکن اسلام کا دامن ہاتھ سے
جانے دیتے تو اس کے لئے قربانی کرنا پڑتی ہے میں
زیادہ لمبی بات میں نہیں پڑنا چاہتا اس لئے کہ دیر ہو
ہے اور میں کچھ بہت زیادہ بات کر بھی نہیں سکتا ہوں
ساری محنت کوشش کا مطلب اور مقصد اصلی یہ
کہ دل میں ایک کیفیت پیدا ہو جائے جو اللہ کی
ن کو آسان کر دے اور اس کے لئے جو چیزیں
ہوتی پڑیں ان کو چھوڑنے کی جرات آ جائے جہاں
اللہ کریم روک دیں رکنے کی طاقت پیدا ہو جائے
طرف اللہ کریم حکم دیں اس طرف چلنے کی طاقت
ا ہو جائے تو بنیاد یہ ہے کہ ذکر مراقبہ تسبیحات
بات یہ ساری محنت اور توجہ بھی اس لئے کی جاتی ہے
آدمی میں اتباع شریعت کی قوت پیدا ہو جائے اور وہ
یعت کو بوجھ نہ سمجھے بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھے
یعت پر عمل کرنے میں کوفت نہیں بلکہ لذت آئے
کیونکہ جب کسی چیز سے قلبی تعلق ہو جاتا ہے تو اس
نقصان بھی مزہ دیتا ہے ہم اپنی زندگی میں دیکھتے ہیں
بعض دنیاوی چیزوں کو ہم پسند کرتے ہیں مثلاً موٹر
لیں ہم ایک گاڑی پسند کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں
لا سری سستی ہے اس کا روز مرہ کا خرچ بھی کم ہے
کی مرمت میں بھی کم خرچ ہو گا لیکن ہم نئی
تے ہیں حالانکہ اس پر زیادہ پیسے خرچ کر رہے ہیں
جب تک پاس رہے گی زیادہ خرچ بھی اس پر ہو گا
لیکن پھر بھی ہم وہ خریدتے ہیں اس لئے کہ ہمیں وہ
ہے اور یوں ہم اپنے پیسے کا نقصان برداشت کرتے
ایک کم درجے کا مکان بھی ہے لیکن ہمارے پاس
ہیں ہم اس سے اچھا لے لیتے ہیں حالانکہ اچھے
مکان میں کوئی ہماری عمر تو نہیں بڑھ جاتی لیکن ہمیں وہ
پسند ہے اپنی پسند کے لئے ہم اپنا کمایا ہوا پیسہ خرچ
کرتے ہیں اللہ نے ہمیں اس کی اجازت دی ہے تو یہ
محبت یعنی ہمیں پسند ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں
دین کو حاصل ہو جائے اور اس کے لئے ہمیں کبھی مال
دینا پڑے تو خرچ کر سکیں کبھی وقت دینا پڑے تو دے
سکیں کبھی مشقت اٹھانی پڑے تو اٹھا سکیں اس لئے کہ
دین ہمارا محبوب ہے ہمیں وہ پسند ہے ہم اسے نہیں
چھوڑ سکتے ہم اسے رکھنا چاہتے ہیں ہر نقصان پر بھی اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دونوں باتیں
بیک وقت دین بھی اور دنیا بھی پوری طرح یکجا نہیں
رہتیں انسان کے ساتھ اگر دنیا کو پورا پورا کریں تو دین
میں سے کچھ نہ کچھ چھوڑنا پڑتا ہے نقصان اٹھانا پڑتا ہے
اگر دین پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کریں تو دنیا میں
سے کچھ نہ کچھ چھوڑنا پڑتا ہے ایک طرف کا نقصان اٹھانا
پڑتا ہے تو یہ جذبہ پیدا کرنے کے لئے کہ دل میں وہ
کیفیت آ جائے کہ آدمی دنیاوی نقصان برداشت کر لے
لیکن دینی نقصان برداشت نہ کرے یہ ساری محنت جو
ہم کرتے ہیں اس کا حاصل یہی ہے۔

اب یہ بھی عجیب بات ہے کہ جہاں مرد حضرات
مستفید ہوئے ہیں وہاں بے شمار خواتین کو روئے زمین
پر اللہ کریم نے اس نعمت سے نوازا ہے صرف یہاں
نہیں یہ تو ممالک اسلامی ہیں کافر معاشروں میں یورپ
میں برطانیہ میں سکنڈے نیوین ممالک میں جہاں
بدتمیزی اور بدتہذیبی نے جنم لیا ہے یا جہاں یہ پلتی
بڑھتی ہے وہاں بھی اللہ کا یہ احسان ہے کہ جہاں مرد
حضرات اللہ کا ذکر کرتے ہیں خواتین بھی ایسی ہیں جو
باقاعدگی سے اللہ کا ذکر کرتی ہیں نیز باقاعدگی سے اپنے
پورے دین کا اتباع کرتی ہیں بلکہ ناروے کے شمال تک
جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے

وہاں تک الحمد للہ سب مرد و خواتین ہیں اور وہاں سے بیٹھے مسائل پوچھتے رہتے ہیں نماز ' رمضان کے اوقات کے بارے میں کہ کس طرح کریں جبکہ یہاں پر چھ ماہ دن ہوتا ہے اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔

پچھلے دنوں شمالی ناروے سے مجھے ان کا خط آیا تھا کہ ہم اب ۲۹ خاندان ہو گئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم سارے اپنے گھر بیچ کر اپنا ۲۹ خاندانوں پر مشتمل الگ سے ایک گاؤں بسائیں جس میں مسجد بھی ہو اس لئے کہ پہلے ہم ایک گھر میں اکٹھے ہو کر نماز با جماعت پڑھ لیا کرتے تھے چونکہ اب ہماری تعداد بڑھ گئی ہے تو کسی ایک گھر میں نماز کے لئے جگہ کم پڑتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ چھوٹا سا اپنا گاؤں ہو جس میں مسجد بھی ہو تاکہ ہم نماز با جماعت بھی پڑھ سکیں یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ جہاں حیا شرافت یا نیکی شرم یا دین کا کوئی تصور بھی نہیں تھا وہاں بھی اللہ کریم نے ایسے بندے مرد و خواتین پیدا کر دیے سالانہ اجتماع میں بیچارے وہ لوگ وہاں سے وقت نکال کر پیسے خرچ کرکے اور یہاں رہ کر اللہ اللہ کرنے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں تو بنیادی مقصد سب کا یہ ہے کہ اتباع شریعت آسان بھی ہو جائے اور اس کے لئے زیادہ محنت بھی ہو۔

اب چونکہ بے شمار بہنیں بے شمار بیٹیاں بھی ساتھ اللہ اللہ کرتی ہیں تو یہ بہت حساس اور نازک ترین پہلو ہے جس پر معاشرے کے تمام مہذب اقوام نے زور دیا ہے لیکن اسلام نے سب سے زیادہ اسے اہمیت دی ہے اور بہت زیادہ تقدس ' احترام اور مقام خاتون کو بخشا ہے خاتون کے دائرہ عمل کی حدود ہیں اور بہرحال میں ان حدود کی پابندی ضروری ہے کسی بھی بہانے خواہ عبادت ہو یا ذکر ان حدود کو توڑنے کا کوئی مجاز نہیں۔ پہلے کچھ کم تھیں ہماری بہنیں بیٹیاں لیکن اب چونکہ تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اس لئے اس میں بھی اب زیادہ توجہ کی ضرورت ہے چونکہ جوں جوں الحمدللہ تعداد بڑھے گی تو زیادہ ضرورت ہو گی اسے سنبھالنے کی تو میں نے ابوظہبی میں بھی یہ بات عرض کی تھی کہ ایک ضابطہ ہوتا ہے کام کرنے کا اور ذکر کرنے اور کرانے کا بھی ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر جگہ صاحب مجاز حضرات مقرر ہیں لیکن صاحب مجاز حضرات توجہ دیں مردوں کو خواتین کا ذکر جب بھی رکھا جائے تو اس کا الگ سے اہتمام کیا جائے پردے کی پابندی از حد ضروری ہے اور خواتین کے بیٹھنے کی الگ جگہ ہو درمیان میں پردہ ہو اور وہاں تک آواز جا سکے تاکہ آواز سن سکیں بیان ہو تو بیان سن سکیں خواہ وہ آگے کسی مشین کے ذریعے سے یا جیسے ہم (مائیک کے ذریعے) بات کر رہے ہیں اس طرح پہنچا دیں یا درمیان میں پردہ ہو تو پردے کے پیچھے آواز سنائی دیتی رہے آواز کا سننا تربیت کے لئے ممنوع نہیں ہے عہد نبوی علیہ الصلواہ و لسلام میں بھی مسجد نبوی میں باجماعت خواتین نماز پڑھا کرتی تھیں جو بیانات ہوتے تھے سنا کرتی تھیں طریقہ یہ ہوتا تھا کہ مردوں کی جماعت کھڑی ہو گی تو پیچھے خواتین اٹھ کر چلی گئیں اب بھی بعض جگہوں پر جہاں نماز یا جماعت ہے یا وہاں الگ سے کیبن بنا دیا جاتا ہے جہاں پردہ ہوتا ہے صرف لاؤڈ سپیکر وغیرہ لگا ہوتا ہے جہاں سے آواز آتی رہتی ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو پردے کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ جب صف کھڑی ہو جائے اور نماز شروع ہو تو وہ شامل ہو جائیں اور ختم ہو تو چلی جائیں اسی طرح یہی طریقہ تقریر کو سننے کے لئے ہے چونکہ خواتین پر بھی نماز روزہ ' شرعی حدود اسی طرح فرض ہیں جس طرح مردوں پر ہیں اس لئے ذکر کی ضرورت بحیثیت انسان انہیں بھی ویسی ہے جیسی مردوں کو۔ **والذاکرین اللہ والذاکرات اعداللہ لھم مغفرۃ واجرعظیما**

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا یہ کہ ہمارا بیٹھنے کا مقصد اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی رضا کے لئے کسی ایک شخص کی شہرت یا اچھائی یا برائی کے لئے نہیں ہے۔ یا ہمارے خاندانی مسائل کو کسی مجلس میں بیان کرنے کے لئے نہیں ہے مردوں کے لئے بھی اور خواتین کے لئے بھی رب کریم نے فرمایا " مرد عورت کے لئے لباس ہے اور خاتون خاوند کے لئے یا مرد کے لئے لباس ہے " میاں بیوی کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے بدن سے لباس کا ہوتا ہے لباس بدن کو گرمی سردی سے بھی بچاتا ہے بدن کی بستر پوشی بھی کرتا ہے۔ اور بدن کے لئے زیب زینت کا سبب بھی ہے تو اس طرح سے مرد جو ہے وہ خاتون کے لئے زیب و زینت کا باعث بھی ہے اور اس کی عزت کا باعث بھی ہے اس کی حفاظت کا باعث بھی ہے اسے بہت سی مصیبتوں سے بچانے کا سبب بھی ہے اور اس کے ساتھ اس کی ستر پوشی کا سبب بھی ہے اگر کوئی بیوی غلطی کرتی ہے تو میاں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے لوگوں میں بیٹھ کر بیوی کی کمزوری کا تذکرہ کرے یہ یقین ہے کہ اگر ایسا کرے گا تو وہ اس کا لباس تو نہ رہا چونکہ لباس کا کام ستر پوشی ہے اسی طرح خواتین کے ذمہ بھی ہے کہ وہ لاکھوں مسائل خانگی ' اولاد کے میاں کے گھر کے سسرال کے وغیرہ کو جہاں اکٹھی ہوں یا جہاں تعلق ہو تو ان کے سامنے حال دل سارا کہہ کر نہ اٹھیں اور پھر اس نکال کر کے نہ اٹھیں کہ میرا میاں ایسا ہے میرا سسر ایسا ہے میری ساس ایسی ہے اگر کوئی خاتون بھی ایسا کرتی ہے تو اس نے لباس ہونے کا حق نہ ادا کیا پھر اللہ اللہ کرنے والوں میں دوسروں کی نسبت زیادہ قوت برداشت ہونی چاہئے اگر مرد غلطی کرتا ہے جب بھی منکوحہ بیوی پر تو اس کے آرام کا اس کی سہولت اس کی آبرو کا خیال رکھنا فرض ہے اگر وہ بھی ایسی ہی غلطی کرتی ہے تو دونوں میں فرق کیا رہا اگر وہ غلطی کرتا ہے تو اللہ کرے توبہ کرے نہیں کرے گا تو اللہ کے حضور جواب دے گا بھاگ کر کہاں جائے گا اسی طرح خاتون اگر غلطی کرتی ہے تو یہ مرد کا کام ہے کہ آرام سے پیار سے اسے سمجھائے بھی اصلاح کی فکر بھی کرے۔

ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم عورتوں کو سارے جہاں کی باتیں سمجھاتے اور بتاتے ہیں لیکن دین نہیں بتاتے اور یہ بہت بڑی کمزوری ہے تو اللہ اللہ کرنے سے دوسروں کی نسبت والدین بھائیوں بیوی بچوں غرض ہر ایک حقوق کا زیادہ پاس رکھنا چاہئے چونکہ اللہ اللہ کرنے کا مقصد تو اتباع شریعت ہے اگر اتباع شریعت چھوڑ دو تو اس کا حاصل کیا ہے اس کا پھل کیا ہے اس کا ثمر کیا ہے اسی طرح خواتین کے ذمہ بھی ہے کہ وہ ان حقوق کا بہت زیادہ خیال کریں جو شریعت نے ان پر فرض کئے ہیں والدین ' بہنوں بچوں ' خاوند سسرال ' میکے کے ہر ایک کے ذمے وہ تعلقات ہیں ان کی حدود ہیں۔

تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ یہ ہے کہ شیخ کی حیثیت ایسی ہوتی ہے کہ مختلف مسائل اس سے زیر بحث لا سکتا ہے لیکن شیخ کے ذمے بھی یہ ہوتا ہے کہ اس کا راز دوسرے کو نہ بتائے اور جو اس سے مشورہ مانگے وہ اللہ کے لئے خلوص کے ساتھ جس میں اس کی بہتری سمجھے اور شرعی اعتبار سے بھی صحیح ہو وہ اسے دے اور شیخ بھی سب سے بڑا ستر پوش ہوتا ہے کہ ایک راز دوسرے تک نہ جائے تو اگر کسی کو مجبوری ہے اور وہ روز مرہ کی معمولی بات ہو تو خواتین سب کو نہیں کہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ میری طرف سے نہیں ہوتا کہ میں کسی کو صاحب مجاز بنا دوں یا کسی کو

خواتین میں سے چونکہ خواتین صاحب مجاز تو مقرر نہیں ہوتیں یہ تو مردوں کے لئے ہوتا ہے لیکن بہرحال ایک ترتیب ہے جس طرح ہر جماعت میں ایک مانیٹر ہوتا ہے جو بچوں کو سمجھاتا ہے یا کنٹرول کرتا ہے تو یہ جو کسی کو مقرر کیا جاتا ہے یہ بھی اللہ کی دین ہے کہ کس کو استعداد دے دیتا ہے سنبھالنے کی یا بات سمجھانے کی تو اس اعتبار سے مقرر کیا جاتا ہے میں نے ابوظہبی میں عرض کیا تھا کہ صدیق بھائی کی مسز کو میں نے کہا تھا کہ وہ خواتین کو ذکر بھی کرایا کریں اور اگر کسی خاتون نے کوئی معاملہ خواہ مخواہ ایسا ہو جو وہ آفتاب صاحب سے یا صاحب مجاز سے یا امیر سے پوچھنا چاہتی ہوں تو وہ براہ راست لکھ سکتے ہیں تو اس طرح سے کوئی بات بھی جو ہے وہ عام بھی نہیں ہونی چاہئے اور بے تحاشا اور بغیر کسی پردے ستر کے بلا تکلف بے حجاب بات بھی نہیں ہونی چاہئے کسی کو بات بھی کرنا ہو تو وہ تنہا بیٹھ کر نہ کرے اپنے ساتھ دوسری خاتون جو جیسے وہاں مقرر ہے وہ رکھے اگر وہ نہیں رکھنا چاہتی تو مجھے خط آرام سے لکھ دے۔

تو اس کے لئے یہاں میں نے کوکب بہن کو کہا ہے اور مقرر کیا ہے کہ جتنی بہنیں بیٹیاں ہیں ذکر میں انہیں بتایا بھی کرے اور ذکر کرایا بھی کرے اور اگر کوئی ایسی بات ہو تو نہال بھائی کی معرفت پتہ کر کے بتا سکتی ہیں یا سیدھا سا مشورہ دے سکتی ہے کہ مجھے لکھ دیں اور جواب منگوا لیں تو ان خواتین کا بھی ایک طرح سے تنظیمی ڈھانچہ بنایا جائے جس میں باقاعدگی ہو ایسے الگ سے جمع ہو کر خواتین ' خواتین ذکر کر لیا کریں اور جب بھی آپ کے اجتماعی ذکر ہوتے ہیں یا امیر یا صاحب مجاز آ کر ذکر کراتا ہے تو پردے کا اہتمام ہو الگ سے بیٹھیں جہاں انہیں لطائف تبدیل کریں تو انہیں سنائی دے ذکر کریں اور دعا مانگ کر الگ سے چلی جائیں چونکہ یہ اللہ کا احسان ہے یہ بات بڑھ رہی ہے جوں جوں جماعت پھیلے گی بڑھے گی تو اگر یہ احتیاطیں نہیں ہوں گی تو بے شمار مسائل پیدا ہوں گے اور بجائے لوگوں کو فائدہ پہنچنے کے دینی اعتبار سے لوگوں کا نقصان ہو گا۔

چوتھی بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ صاحب مجاز حضرات جو ہیں انہیں اجازت ہوتی ہے کہ وہ فنا بقاء تک مراقبات از خود نئے سرے سے بھی کرا سکتے ہیں کسی کو حلقے میں لے کر فناء بقاء تک نئے سرے سے بھی اگر اس میں استعداد پیدا ہوتی جائے اور وہ محنت کرواتے جائیں تو کرا سکتے ہیں صرف روحانی بیعت نہیں کروا سکتے اور فناء بقا سے آگے نہیں کرا سکتے۔ دوسرے ساتھی جو صاحب مجاز نہیں ہیں لیکن بعض اوقات انہیں ذکر کروانا پڑتا ہے ان کا کام یہ ہے کہ مراقبات ثلاثہ تک کہیں کہ احدیث معیت ' اقربیت اس کے بعد وہ دعا مانگ کر فارغ ہو جائیں کسی کو میں اس سے آگے مراقبات کرنے ہیں تو اپنے الگ سے کرتا رہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ذکر کرانے والا یہ کوشش کرے کہ وہ اپنی توجہ (DISTURB) ڈسٹرب نہ ہونے دے اور سوائے لطیفہ تبدیل کرنے کے دوران لطائف باتیں نہ کرے اگر ذکر کرانے والا مختلف باتیں کرتا رہے گا جیسے کہ بعض اوقات بعض دوست شروع کر دیتے ہیں تو اس سے نقصان یہ ہو گا کہ اس کی اپنی توجہ بھی کٹ جائے گی اور ساتھیوں کی توجہ بھی اس درجے کی نہیں رہے گی جتنی وہ خاموشی سے صرف لطیفہ تبدیل کرا دے تو اس سے جس قدر توجہ ہو گی وہ بات کرنے سے کٹ جائے گی اور بات اگر دوران لطائف لطیفہ تبدیل کروا کر کوئی کرے تو شاید وہ بہت ہی کسی طاقت اللہ نے اسے کوئی ایسی قوت دے رکھی ہو کہ اس کی بات ہی توجہ کا درجہ رکھتی ہو تو وہ کر سکتا ہے لیکن وہ بہت کم ہوتا ہے اور جن لوگوں کو شیخ کی جگہ بٹھا دیا جاتا ہے ان میں بھی سارے لوگ اس استعداد کے نہیں

پڑتے انہیں بھی یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ بلکہ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ صاحب مجاز لوگوں کو بھی فرمایا کرتے تھے کہ لطیفہ تبدیل کرنے سے ساتھیوں کا لطیفہ تبدیل کرانے سے پہلے اپنا لطیفہ بدل کر اس پر توجہ جمالیا لو مثلاً ساتھی دوسرا لطیفہ کر رہے ہیں آپ تیسرا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے آپ اپنا تیسرا لطیفہ بدل لیں اس پر پانچ سات ضربیں لگا لیں اس پر انوارات آنے شروع ہو جائیں تو پھر ایک جملہ چھوٹا سا ساتھیوں کو کہ دیں کہ بھئی تیسرا لطیفہ کریں تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اس کے انوارات ٹوٹیں گے نہیں بلکہ جو آپ کے قلب پر آ رہے ہیں ان کے قلب پر بھی آنے شروع ہو جائیں گے پھر جب آپ خاموش ہوں گے تو کیفیت ساتھیوں کی یہ ہو گی جیسے ابھی سے انہوں نے پہلا لطیفہ شروع کیا پھر بنیاد سے لے کر انہیں سارا (DEVOLOPE) کرنا پڑے گا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ ہمیں لوگوں سے الجھنا نہیں ہے کسی کو کسی سے اپنے آپ کو منوانا نہیں ہے الحمدللہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے مسلمان ہے اور اللہ سب مسلمانوں کا بھلا کرے سب کی اصلاح کرے اگر ہم یہ ذکر کرتے ہیں تو یہ ہم اپنا اوور ٹائم (OVER TIME) لگا رہے ہیں ہم اپنے لئے فالتو محنت کر رہے ہیں اگر ایک آدمی کسی کارخانے یا فیکٹری میں رات دن کام کر کے زیادہ کماتا ہے تو اسے یہ حق نہیں کہ وہ دوسروں کو بھلا برا کہے یا انہیں اچھا نہیں سمجھے وہ اپنے لئے کماتے ہیں وہ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی کر کے چلے جاتے ہیں ہم اپنے لئے کماتے ہیں ہم آٹھ کے بجائے بارہ گھنٹے ڈیوٹی کر لیتے ہیں تو اس میں کسی پر طنز یا طعن کرنے یا اس سے زبردستی منوانے کی ضرورت نہیں بلکہ دین کا چھوٹے سے چھوٹا کام جو شخص کرتا ہے وہ ہمارا ہی کام کر رہا ہے اگر ہم دین کے ساتھ مخلص ہیں اور محنت اللہ کی رضا کے لئے اور دین کے لئے کرتے ہیں تو کوئی آدمی مسجد میں یا سڑک پر بیٹھا ہوا کسی کو ابجد پڑھا رہا ہے یا کسی کو ایک کلمہ سکھا رہا ہے یا کسی کو ایک مسئلہ بتا رہا ہے تو وہ بھی ہمارا ہی کام کر رہا ہے جو ہم کرنا چاہتے ہیں اس میں ہمارا ہاتھ بٹا رہا ہے ہمارے لئے لازم ہے کہ اسے بھی محبتیں دیں اسلام نفرتوں کا مذہب نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافر حاضر ہوئے وہ مباحثہ کرنا اور الجھنا چاہتے تھے لیکن آپ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا ایک اتفاق یہ ہوا کہ ایک کافر نے مسجد میں پیشاب کر دیا صبح پتہ چلا تو سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے عظیم خادم آپ کے موجود تھے

آپ کا ہاتھ پہلے تلوار کے قبضے پر لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور اس کی توہین کی ہے اس نے تو آپ نے فرمایا نہیں عمر یہ کافر ہے یہ مسجد کے ادب کا مکلف نہیں ہے یہ ہمارا مہمان ہے اسے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ ایسا کرو کہ جو جگہ جو مٹی ناپاک ہوئی اس میں جہاں تک پیشاب کا نشان ہے اس کو کھود کر مسجد سے باہر پھینک دو اور یہ اخلاق کریمانہ اس کافر کو اسلام میں لانے کا سبب بن گیا اور کہاں وہ کافر تھا کہاں صحابیت کے درجے پر فائز ہو گیا یہ اس لئے کہ اس نے سوچا یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) غلط نہیں کہہ سکتا جھوٹا نہیں ہو سکتا یہ میرے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتا جس کے دل میں میرے لئے جو کہ اس کی بات نہیں مانتا اتنی محبت ہے اگر میں اس کی بات بھی مان لوں تو کتنی محبت ہو گی ارے میں الٹ کرتا ہوں تو اتنا لحاظ ہے میرا اتنا پاس ہے۔ دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری

قاریہ

غبار راہ سے خضر راہ تک

اپنے دو ہی شوق ہیں ادب اور سیاحت۔ پہلا شوق تو ہم نے پڑھ یا تھوڑا بہت لکھ کر پورا کر لیا جبکہ دسرے کی حسرت گھر کی چاردیواری میں بیٹھ کر سفرنامے پڑھ پڑھ کے کسی حد تک پوری کی۔ چونکہ حسن فطرت میری کمزوری ہے لہٰذا اس کی بھرپور عکاسی کرنے والی تحریر دامن دل کھینچنے لگتی ہے اور میں خود بھی مصنف کے ساتھ ساتھ ہر وہ منظر صفحہ کتاب پہ دیکھنے لگتی ہوں جو اس نے صفحہ ہستی پر دیکھا ہو۔ اب ہمارے جیسے بندے کو اگر کوئی ایسی کتاب مل جائے جس میں جنگلوں، ندیوں، جھرنوں، چشموں، کہساروں، آبشاروں اور سبزہ زاروں کی منظر کشی کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح، فکر و ادراک، سلیس و فصاحت اور سادگی و بلاغت بھی پائی جاتی ہو تو اس کی کیا حالت ہو؟ یقیناً وہ اس کی ایک ایک سطر، ایک ایک حرف اپنے دل میں اتار لے گا اور یہی حال ہمارا، غبار راہ پڑھ کر ہوا کہ اس میں حسن فطرت ہی نہیں حسن بیاں بھی ہے۔ تعلیم دیں ہی نہیں رنگ جہاں بھی ہے۔ بچپن میں اپنے گاؤں والے گھر کے صحن میں کھلے آسمان تلے لیٹے جب ہم ستارے دیکھا کرتے تھے تو بزرگ خواتین اکثر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر ایک دودھیا سے بادل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ یہ سفید بادل دراصل ہمارے نبیؐ کے گھوڑے کے قدموں کی دھول ہے جو اس وقت اڑی جب آپؐ معراج پر تشریف لے گئے۔ مولانا صاحب کی کتاب کا جب آخری ورق الٹ کر ہم نے کتاب بند کی اور اس کے نام پر نظر پڑی۔۔۔ غبار راہ ۔۔۔ تو ہمیں آسمان کی وہ دھول یاد آ گئی جو درحقیقت ان گنت و بے شمار ستاروں کا جھرمٹ ہے جسے کہکشاں کہتے ہیں "غبار راہ" کا ہر ذرہ ایک ستارہ ہے۔ جو اپنی جگہ ایک الگ سج دھج رکھتا ہے۔ کوئی دلوں کو جلا بخشتا ہے تو کوئی روح کو ٹھنڈک، کوئی خون میں حدت پیدا کرتا ہے اور کوئی

قلب میں سکون کسی کی چمک ماضی کے دھندلکوں کو چیرتی ہے اور کسی کی دمک سے مستقبل کی دھند چھٹتی ہے کوئی غم ماضی بخشتا ہے اور کوئی فکر فردا، کسی کی روشنی میں ماحول اپنی جزئیات سمیت سامنے ہوتا ہے اور کوئی قاری کی اپنی ذات کو آئینہ دکھا جاتا ہے

اگر کچھ سمجھانا مقصود ہو تو مولانا صاحب روایتی ملا کی طرح لٹھ لے کر پیچھے نہیں دوڑتے بلکہ کسی شفیق استاد کی طرح دھیمے لہجے اور سادہ انداز بیان میں اپنا نقطہ نظر واضح کرتے چلے جاتے ہیں کچھ اس طرح سے کہ پڑھنے والے کو نصیحتوں کے پلندے کا بار اپنے قلب و ذہن پر نہیں اٹھانا پڑتا اور بات بھی اس کی سمجھ میں آجاتی ہے مثلاً وہ گلے شکوے جنھیں اپنے خالق سے کرنے میں ہم لوگ خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں مولانا صاحب کے ہاں ان سب کا جواب کچھ ایسے دل موہ لینے والے انداز میں دیا گیا ہے کہ قلب ہی نہیں عقل بھی مطمئن ہو جاتی ہے صفحہ ۴۶ پر فرماتے ہیں "اگر بظاہر تکلیف بھی آئے تو مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے ڈاکٹر آپریشن کرتا ہے کہ بلا ضرورت چیر پھاڑ نہیں کرتا اور فاسد مادوں کو خارج کرنے کیلئے زخم لگاتا ہے" مولانا صاحب کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بات عام فہم انداز میں کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ ذہین و فطین اور تعلیم یافتہ شخص ہی نہیں بلکہ معمولی تعلیم اور اوسط ذہانت کا مالک بھی اسے نہ صرف سمجھ لیتا ہے بلکہ اس کے سامنے بھی فکر کی راہیں کھلنے لگتی ہیں اپنی اسی بات کو ایک دوسری جگہ ایک دوسری مثال سے اس طرح واضح کرتے ہیں کہ بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں "یہ ہماری کوتاہ بینی ہے کہ ہم اپنے جیسے انسان کو توڑ پھوڑ کرتے دیکھیں بشرطیکہ وہ کاریگر ہو تو جان لیتے ہیں کہ لکڑی کے ٹکڑوں کو کاٹنے والا فرنیچر بنا لے گا یا کپڑے کو بے دردی سے کاٹنے والا اسے لباس کا روپ دے گا مگر جب اللہ کی طرف سے خزاں آتی ہے تو اسے بہار آنے کی دلیل کیوں نہیں سمجھتے؟"

وہ رونا جو علامہ اقبال اپنے "شکوہ" میں رو گئے کا جواب مولانا صاحب کے پاس "جواب شکوہ" کے طور پر کچھ ایسے دلنشیں انداز میں ہے کہ شکوہ گزار جواباً شرمندہ ہونے کی بجائے ایک نیا انداز فکر پا لیتا ہے۔ لکھتے ہیں" اسی قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے تو ہر میدان میں کامیابی تمہاری ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ ناکامیاں مقدر بن چکی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ دو فریقوں میں معاہدہ ہے اور دونوں فریق موجود بھی ہیں مگر معاہدے پر عمل نہیں ہو پا رہا تو یقیناً ایک فریق اس کی شرائط پوری نہ کر پا رہا ہو گا۔ ایک فریق ذات باری ہے اور اس کی ذات والا صفات کی شان سے بعید ہے کہ وہ ایسا کرے۔ دوسرا فریق ہم ہیں تو کیا ہم تقاضائے ایمان پورے کر رہے ہیں؟"

مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کا تمام تر بوجھ مولانا صاحب نے روایتی مولوی بنتے ہوئے نوجوان نسل پر نہیں تھوپ دیا بلکہ درپیش مسائل کا درست اور بہترین حل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں؟ والدین اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ ضروریات کے بارے علم حاصل کریں اور عملی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں۔ نہ صرف آپ کے بچے بلکہ کفار بھی اسلام کی طرف مائل ہوں گے اور صورتحال بالکل بدل جائے گی۔ اب آپ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ کفر ہم سے ہماری نسل نہ چھین لے پھر کافروں کو فکر لاحق ہو جائے گی کہ اسلام تو ہمارے گھروں میں داخل ہو رہا ہے۔"

سچی بات تو یہ ہے کہ اس سے پہلے تک تو ہم نے مسجدوں کے سپیکر سے سنائی دینے والی بے ہنگم آوازوں اور منبروں پر کھڑے ہو کر مسلمان قوم کو للکار للکار کر ان کے زوال و پستی پر ماتم کرنے والوں کو ٹی وی اور وی سی آر

یا سینما گھروں ہی کو اخلاقی پستی کا ذمہ دار قرار پاتے دیکھا تھا لیکن یہ پہلا مولوی دیکھا جو معاشرتی بد حالی کا ذمہ دار کسی فلم سٹار، گلوکار یا اداکار کو قرار دینے کی بجائے اس کا سب سے بڑا قصور وار اپنے ہی طبقے کو قرار دیتا ہے۔

اپنے اس سفرنامہ میں مولانا صاحب نے نہ صرف جعلی پیروں اور نام نہاد مولویوں کے گھناؤنے کردار بے نقاب کئے ہیں بلکہ گوشہ نشینی کو سب سے بڑا مجاہدہ اور اسلام کو مسجد و مصلے تک محدود سمجھنے والوں کو بھی اس خام خیالی سے باہر نکلنے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں "تاریخ اسلام بھی اس بات پر گواہی دے رہی کہ جب تک تلوار عبادت کرنے والوں اور خوف خدا رکھنے والوں کے ہاتھ میں رہی تب تک مسلمانوں کی شوکت قائم رہی اور جب تلوار دین سے عملی طور پر محروم لوگوں کے ہاتھ میں آئی تو شوکت مسلم بھی قصہ پارینہ بن گئی۔"

پاکستان کی موجودہ صورت حال دیکھ کر اور اسلامی نظام کے نفاذ کی باتیں سن سن کر اکثر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اگر یہ ملک اسلام کیلئے حاصل کیا تھا اور بستے بھی اس میں مسلمان ہی ہیں تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ۴۴ سال گزر جانے کے باوجود اس کا نظام و قوانین اسلام کے مطابق نہیں ہو سکے؟ مولانا صاحب نے اس کے جواب میں جو سبب بیان کیا ہے وہ قاری کو ادراک ہی نہیں عمل کی ترغیب بھی دیتا ہے فرماتے۔ "ہماری بد نصیبی یہ ہے کہ جو طبقہ دینی علم حاصل کرتا ہے وہ عملی زندگی میں حصہ نہیں لیتا۔ نہ کسی سرکاری شعبے میں ایسا آدمی نظر آتا ہے نہ پرائیویٹ سیکٹر میں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک مسلمانوں کا ہے مگر طرز حکومت کبھی اسلامی نہ ہو سکا۔ مسجدوں میں بیٹھ کر فقط دعائیں مانگنے پر اکتفا کرنے والوں کو کچھ اس انداز سے دعوت عمل دیتے ہیں کہ بے اختیار انہیں عصر حاضر کا اقبال کہنے کو جی چاہتا ہے۔ لکھتے ہیں "محمد رسول اللہ نے تو مسلمانوں کو ریاست دی۔ ابو بکرؓ، عمرؓ اور تمام خلفائے راشدینؓ تو سیاسی قیادت فراہم کرتے رہے۔ یہ آپ کے دور میں کیسے شجر ممنوعہ قرار پائی کہ مسلمانوں پر حکومت تو دین سے بے نیاز لوگ کریں اور آپ گوشے میں الگ بیٹھ کر تنہا جنت کی تیاری کرتے رہیں۔

اپنے ہی طبقے کو (کہ وہ خود بھی ایک پیر، ایک مولوی ایک عالم ہیں) آئینہ دکھانے کے علاوہ مولانا صاحب کا جرات مند و بیباک قلم حاکم وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے مکافات عمل کا مفہوم سمجھاتا دکھائی دیتا ہے حالانکہ ہم نے اپنی اس مختصر سی زندگی میں دیکھا ہے کہ جو لوگ صدر ضیاء الحق کے پیچھے دم ہلایا کرتے تھے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں محترمہ بے نظیر کے قدم چاٹتے نظر آتے تھے۔۔ یہ جرات رندانہ بھی مولانا صاحب کے حصے میں آئی کہ چھوٹی سے مسجد میں کھڑے ان پڑھ ملا ہی کو جھنجھوڑنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بنگال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حاکم وقت کے سامنے بھی تاریخ کے پچھلے اوراق الٹ کر انے لمحہ فکریہ دینے کی جرات بھی کی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ زندگی کے ایک دوسرے پہلو پر بھی ان کی جرات حق گوئی قابل داد ہے۔ مولانا صاحب سے قبل جتنے بھی پیروں فقیروں یا نام نہاد صوفیوں سے پالا پڑا انہیں تصوف کے موضوع پہ عجیب معذرت خواہانہ انداز میں بات کرتے پایا جیسے تصوف یا حیات برزخیہ پہ ایمان لا کر وہ کوئی غلطی کر بیٹھے ہوں۔ ایسے میں اگر کوئی از راہ تجسس کوئی سوال پوچھ بیٹھتا تو وہ اسے "راز کی بات" قرار دیتے ہوئے "راز و اسرار" کی ڈھال کے پیچھے پناہ لیتے ہوئے اپنی کم عملی پہ پردہ ڈال لیتے لیکن مولانا صاحب اپنی فطرت کے عین مطابق یہاں بھی خم ٹھونک کر میدان میں اترتے اور ببانگ دہل ان

راز" کی باتوں کی نقاب کشائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے خود معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے تصوف سے ناواقف لوگوں کو ان کی تہی دامنی کا احساس دلایا ہے۔

یہ تو "غبار راہ" کے وہ جگمگاتے ستارے تھے جو کاں منزل بنے جھلملا رہے ہیں لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو یہ راہبر باصفا اپنے انداز بیاں میں اردو زبان میں ایک منفرد طرز اسلوب رکھتا ہوا میدان ادب کے ایک منجھے ہوئے کھلاڑی کا روپ دھار لیتا ہے۔ طنز مزاح ہو یا تشبیہ واستعارہ مولانا صاحب کا اپنا ایک جداگانہ انداز ہے جس سے قاری کے لب ہی نہیں دل بھی مسکرا اٹھتا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں ' واپسی والی سرک کینیڈا کے کسٹم آفس پر لے گئی انہوں نے حال زار سنا تو تڑپ گئے اندر بلایا' کاروائی پر اتنا ہی وقت وہاں لگ گیا نئے سرے سے ویزے پر مہریں لگیں بلکہ گاڑی کی تلاشی فالتو۔ یوں تین گھنٹے خوار ہو کر ہم سیر کا وقت ضائع کر چکے تھے بس یہ اطمینان تھا کہ ہم شریف لوگ ہیں بار بار کی چیکنگ سے یہ بات ثابت ہو چکی تھی۔" یہی عالم گردو پیش کی منظر نگاری میں نظر آتا ہے۔ اس قدر دلنشیں و دلفریب انداز میں تشبیہات برتی گئی ہیں کہ یقین نہیں آتا کہ مصنف نے اس سے پہلے کوئی سفر نامہ یا ناول نہیں لکھا۔ آسٹرانڈر لین کا حسن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہر وادی کے دامن میں خوبصورت جھیل ہے جیسے کسی حسینہ کے پہلو میں دل ہو" اسی طرح لواری ٹاپ کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتے ہیں ٹنل کے منہ پر کسی بیوہ کے پھٹے ہوئے دوپٹے کی طرح کا جنگلا تھا" غرض منظر نگاری اسقدر خوبصورت تشبیہات کے ساتھ کچھ ایسے دلربا انداز میں کی گئی ہے کہ حسن فطرت کی دلکشی کے علاوہ انداز بیان کا ایک الگ حسن قاری کا دل لبھانے لگتا ہے۔ بنگلہ دیش کے کسی چڑیا گھر کے پنجرے میں ایک مینا کی چونچ میں گلاب کا پھول دیکھ کر مولانا صاحب نے جو تبصرہ کیا ہے اسے پڑھ کر واقعی یقین آجاتا ہے کہ دریاؤں کی دل دہلا کر رکھ دینے والے یہ طوفان جگر لالہ میں ٹھنڈک پیدا کرنے والی شبنم کا روپ بھی دھار لیتے ہیں لکھتے ہیں" میں ذرا اور قریب ہو گیا پھر اور قریب خیال تھا کہ اڑ کر دوسری طرف چلی جائے گی مگر اسے میری خبر ہی کب تھی۔ میں بالکل جنگلے کی جالی سے لگ گیا۔ عین میری آنکھوں کے برابر' ایک فٹ کے فاصلے پر بیٹھی تھی اور بغیر آنکھ جھپکے دیکھ رہی تھی۔ دور' بہت دور' سر سبز و شاداب جنگلوں میں جہاں کوئی اسے تلاش کر رہا ہو گا۔ اس کا محبوب اس کا ساتھی یا اس کی کوئی بہت پیاری سہیلی جسے وہ روزانہ پھولوں کا تحفہ دیا کرتی تھی اس نے حسب معمول پھول توڑ تو لئے تھے مگر پنجرہ کہیں جانے کی اجازت نہ دے رہا تھا۔"

مزاح نگاری میں ہم کرنل محمد خان اور ابن انشاء کے بڑے معترف ہیں کہ ایک کے انداز تحریر کی دلچسپ بے تکلفی اور دوسرے کی دلنشیں سادگی قاری کو چند لمحوں کیلئے غم حیات سے دور لے جاتی ہے لیکن "غبار راہ" پڑھ کر ہم ہنوز انگشت بدنداں ہیں کہ آخر اس کتاب میں کیا چھپا ہے؟ نہ تو یہ طنز و مزاح کی کتاب ہے اور نہ ہی "غم غلط کیجئے" قسم کی تصنیف ہے تو پھر آخر اس میں کیا ہے کہ غم حیات بھول جانا تو الگ رہا۔ اس کے مطالعہ کے بعد قاری کو حیات کے غم' غم لگتے ہی نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ بجا ہو گا کہ یہ ۳۲۹ صفحوں کی کتاب حیات کا پتہ دیتی ہے' زندگی کا مفہوم سمجھا کر رکھ دیتی ہے اور مقصد حیات واضح ہوتا چلا جاتا ہے۔

مولانا صاحب کے مذہبی مضامین و تقاریر تو نظر سے گزرتے ہی رہتے ہیں اور ان کی تحریر و تقریر کا معترف ہوئے بغیر رہا بھی نہیں جا سکتا۔ مگر قدرتی مناظر کی عکاسی کرنے سے لے کر طنز و مزاح تک دین کا مفہوم

سمجھانے سے لے کر دل کو چھو لینے والے تشبیہات و استعارے برتنے تک وہ ایسی مترنم ندی بہادیں گے! ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ بلا شبہ یہ کتاب ایسی پر سکون مگر گنگناتی ہوئی ندیا ہے جس میں نہ تو دریاؤں کی غضبناکی ہے اور نہ ہی سمندروں کا سکوت بس ایک ترنم ہے' روانی ہے یا پھر لعل و جواہرات ہیں جو اس کی تہہ میں پڑے ہونے کے باوجود اس کے شفاف پانی کی وجہ سے کنارے پر کھڑے ہو کر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اب یہ دیکھنے والے کا فیصلہ یا رجحان ہے کہ وہ محض پانی کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو کر آگے بڑھ جاتا ہے یا ہاتھ بڑھا کر وہ لعل و جواہرات بھی حاصل کر لیتا ہے کہ اس بہتی ندی نے اپنا کوئی خزینہ بھی چھپانے کا بخل نہیں کیا

اتنا کچھ لکھ چکنے کے باوجود مجھے لگتا ہے کہ میں اس کا احاطہ نہیں کر پائی فقط ۳۲۹ صفحوں میں اتنا کچھ سمو دیا گیا ہے کہ تبصرہ کرنے والے کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کس پہ بحث کرے بلکہ بات شروع کہاں سے کرے۔ اگر "شہروں کے کچھار میں" خون کو گرماتا ہے تو "دیس اندر پردیس" انہیں جزئیات کو عملی شکل دینے کی غیرت دلاتا ہے۔ بنگلہ دیش کا سفرنامہ صرف رلاتا ہی نہیں ان غلطیوں کی تلافی و ازالے کی راہ بھی دکھاتا ہے "ڈوبتے ابھرتے سورج" محض ملک ملک کی سیر ہی نہیں کراتا بلکہ مختلف جگہوں پہ ہونے والے دور رس سے فیضیاب بھی کرتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ دوران مطالعہ قاری کو احساس تک نہیں ہوتا کہ اسے کچھ سمجھایا جارہا ہے کوئی پیام دیا جا رہا ہے۔ شاید اس لئے کہ مولانا صاحب اس کتاب میں کوئی درس یا لیکچر دینے کا ارادہ رکھتے بھی نہ تھے۔ وہ فقط اپنا روزنامچہ اپنے مخصوص انداز میں لکھتے رہے اور آخر میں جب احباب کو اپنے سفر کی روئیداد سنائی تو اس دردمند و حساس دل کی کیفیات قطرہ قطرہ پڑھنے والوں کے قلوب میں بھی اترتی چلی گئیں۔ اس لئے کہ ان کے الفاظ محض حروف تہجی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے جذبات و احساسات نے الفاظ کا روپ دھار لیا ہے اور بلا آخر فقط یہی کہنے کو دل چاہتا ہے

ہماری طرح غبار راہ وفا ہو کر
نقوش راہ محبت کوئی ابھارے تو

—— حدیث اسید بن حضیر ﷺ: حضرت اسید بن حضیرؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے جس طرح فلاں شخص کو حکومت عطا فرمائی ہے اسی طرح مجھے بھی (کسی علاقہ کی) حکومت دے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد تم کو حق تلفیوں سے دوچار ہونا پڑے گا تو ایسی صورت میں تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر آ کر ملو۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۳ مناقب الانصار: باب ۸ قول النبی ﷺ للانصار:
اصبروا حتیٰ تلقونی علی الحوض

اشاعت دین

مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل نے بڑے سادہ عام فہم اور صاف الفاظ میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ لوگوں کو اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ انہوں نے یہ دعوی کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں ہم ایمان لائے ہم اللہ کو آخرت کو اللہ کی کتاب کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں تو یہ ان کی برائت کے کے لئے کافی ہے فرمایا یہ خیال درست نہیں

احسب الناس ان یترکوا

لوگوں نے کیا یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں بری قرار دے دیا جائے گا انہیں چھوڑ دیا جائے گا؟

ان یقولوا امنا

اور ان کا امتحان یا آزمائش ان پر نہیں ڈالی جائے گی پرکھا نہیں جائے گا؟ فرمایا یہ ایک دعوی ہے

اب ہم اس دور میں خصوصا مسلمان یہ گمان کرتا ہے کہ جب میں مسلمان ہوں تو میرے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہئے کوئی تکلیف نہیں آنی چاہئے کوئی بیماری نہیں آنی چاہئے کسی غیر قوم کو مجھ پر مسلط نہیں ہونا چاہئے اس طرح کی بے شمار توقعات ہیں جو ہم نے آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی اپنے دعوی ایمان کے ساتھ نتھی کر رکھی ہیں جہاں تک آخرت کا اور آخروی محاسبے کا تعلق ہے اس کے لئے بھی ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم نے جب کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں تو کافی ہے اللہ کریم فرماتے ہیں بات یہ ہے کہ دنیا امتحان گاہ ہے جو انسان یہ دعوی کرتا ہے کہ میں ایمان لایا ہوں اللہ کی توحید پر اس کی قدرت کاملہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اللہ کی کتاب پر' آخرت پر تو اس کے سامنے بے شمار ایسے مواقع آتے ہیں جہاں یہ فرق ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی خواہشات کا تابع ہے دنیا کی لذات کے تابع ہے یا یہ آدمی اللہ جل شانہ کی اطاعت کی طرف چلتا ہے اور آخرت کی طلب رکھتا ہے یہ موانع کبھی دنیوی نقصان کی صورت میں آدمی پر رزق کی تنگی آجاتی ہے

دوسری طرف جھوٹ بولنے سے کوئی رزق حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے تو اس کے لئے یہی آزمائش بن جاتی ہے کہ آیا وہ بھوک کو برداشت کرتا ہے اللہ کی اطاعت پر یا اللہ کی اطاعت کو چھوڑ کر دولت کے پیچھے لپکتا ہے یہ اس کے اس دعوی ایمان اور اسلام کی پرکھ ہو جاتی ہے کبھی بیمار ہو جاتا ہے صحت خراب ہو جاتی ہے پھر اس میں بے شمار ایسے ذرائع جو شرعاً ممنوع ہیں جادو ٹونے یا اور اس طرح کی چیزیں تو کیا وہ اس میں جائز وسائل اختیار کرتا ہے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے یا گھبرا کر ناجائز کی طرف لپکتا ہے یہی حال اس اولاد میں اموال میں اس طرح سے اس کی ملکی قومی زندگی میں سیاسیات میں دنیوی حالات میں یہ زیر و بم آتے رہتے ہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو یہ توقع باندھ رکھی ہے کہ ہمارے دعوی اسلام کے ساتھ ہم پر آسانیوں کے دروازے کھل جائیں گے یہ درست نہیں ہے بلکہ دعوی اسلام کے ساتھ یہ آزمائش سامنے آئیں گی یہی مسلمان کی پرکھ ہے کہ وہ دنیوی حالات جن کے دباؤ میں آ کر اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے یا دنیا کا دباؤ برداشت کرتا ہے لیکن اللہ کی نا فرمانی نہیں کرتا اللہ کریم فرماتے ہیں یہ صرف تمہارے لئے نہیں ہے کہ تم یہ سمجھو کہ یہ مصیبت ہمارے گلے پڑ گئی

ولقد فتنا الزین من قبلھم

تم سے پہلے جتنی اقوام جتنے لوگ ، جتنے افراد گذرے ہیں ان سب کا امتحان لیا گیا ان سب کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالا گیا کبھی تنگی دے کر ، کبھی فراخی دے کر ، کبھی اللہ کریم اقتدار وسیع دے دیتے ہیں کہ دیکھیں ظلم کرتا ہے یا انصاف کرتا ہے کبھی بے شمار دولت دے دیتے ہیں کہ اس میں آدمی سنبھل کر رہتا ہے یا عیاشی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کوئی آزمائش تنگی سے ہوتی ہے اور کبھی فراخی سے اور یہ آزمائشیں تم سے پہلے لوگوں پر بھی اسی طرح آئیں اور اللہ جل شانہ نے

فلیعلمن اللہ الذین صدقوا

اللہ نے الگ کر دیا ان لوگوں کو جو اپنی بات میں کھرے تھے اللہ تو جانتا ہی ہے لیکن اس آزمائش نے انسانیت میں بھی ملائکہ کے روبرو بھی اللہ کی دوسری تخلیق کے روبرو بھی کھرے اور کھوٹے کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جس نے دعوی کیا اور وہ اپنے دعوے میں سچا بھی تھا تو اللہ کریم نے اپنی مخلوق کو دکھلا دیا کہ میرا یہ بندہ اپنے دعوے میں کھرا ہے اور دوسری طرف جنہوں نے دعوی ایمان بھی کیا کلمے بھی پڑھے اور بڑے مسلمان ہونے کے مدعی رہے لیکن جب عمل آیا آزمائش آئی تو وہ کبھی گناہ میں غرق ہو گئے کبھی نا فرمانی میں غرق ہو گئے اور اطاعت سے دست بردار ہو گئے تو اللہ کریم نے فرمایا یہ لوگ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں

اس آیہ کریمہ میں کفار کی تو بات ہی نہیں ہو رہی بات ہی ان لوگوں کی ہو رہی ہے جو دعوی ایمان کرتے ہیں اور دعوی ایمان کے ساتھ ہی یہ فیصلہ سنایا جا رہا ہے اللہ کریم نے انہیں علیحدہ کر دیا انہیں ظاہر کر دیا اعلان کر دیا ان کے سچے ہونے کا اور

ولیعلمن الکذبین

اور جنہوں نے جھوٹ بولا تھا شاید ایک بات تھی جو انہوں نے کہہ دی کہ ہم مسلمان ہیں لیکن حقیقتاً ان کے دل ان کے قلوب ان کے ضمیر اسلام کے ساتھ مطمئن نہیں تھے ذرا سا دباؤ پڑا یا تھوڑا سا لالچ کسی طرف سے نظر آیا تو پھر اسلام کو چھوڑ کر وہ گناہ کی طرف چلے گئے پھر فرمایا جو لوگ گناہ کی طرف بھاگتے ہیں اور نا فرمانی کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں کیا انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ وہ اللہ کے قابو نہیں آئیں گے

ام حسب الذین یعملون السیات ان یستبونا

کہ وہ ہم سے بھاگ جائیں گے ہمارے دست قدرت میں نہیں آئیں گے یا کہیں وہ روپوش ہو جائیں گے؟ فرمایا

ساء مایحکمون

یہ فیصلہ ان کا درست نہیں ہے کہ آدمی خطا کا راستہ اپناتا ہے اگرچہ وقتی طور پر وہ دولت کما لے یا وقتی طور پر وہ کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرے وقتی طور پر کوئی لذت حاصل کرے لیکن انجام کار اسے اس کے نتائج بھگتنے ہوں گے اور اس میں سے اس کی جو سزا ہے اس پر جو اللہ کی طرف سے عذاب ہے اس میں سے گذرنا ہو گا اس سے بھاگنے کی اس کے پاس کوئی گنجائش نہیں

ایک یہ فلسفہ بھی ہے مسلمانوں میں کہ بعض لوگوں کو بزرگ قرار دے دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے لئے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں معاف ہیں ایسی بات نہیں ہے برائی اور خطا خطا ہے خواہ وہ کسی بہت بڑے آدمی سے ہو خواہ کسی بہت چھوٹے آدمی سے ہو اور جو جتنا بڑا ہوتا ہے اس کی چھوٹی خطا بھی اتنی بڑی شمار ہوتی ہے آپ نے ایک دنیوی محاورہ سنا ہو گا جو دنیوی قیادت کے بارے کسی نے کہا تھا کہ بڑے آدمیوں کی خطائیں بھی بہت بڑی ہوتی ہیں تو اس نے کسی سیاسی قیادت کے بارے کہا تھا

کہ جب ایک سیاسی لیڈر یا ایک قائد کوئی غلط فیصلہ کرتا ہے تو وہ بظاہر تھوڑی سی غلطی بھی ہو لیکن اس سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے بڑے آدمیوں کی غلطی بھی بہت بڑی ہوتی ہے

اسی طرح اگر کوئی نیک آدمی ہے صالح ہے یا اسے منازل قرب حاصل ہے یا اسے اللہ جل شانہ کی طرف بہت قرب یا زیادہ اطاعت نصیب ہے تو اس کی چھوٹی غلطی بھی بہت بڑی غلطی شمار ہوتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ جسے بہت زیادہ قرب الٰہی ہو ان پر خطائیں معاف کر دی جائیں یا جو جی چاہے کرتا رہے یہ کبھی درست نہیں کیونکہ رب کریم فرماتے ہیں کہ گناہ کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ اللہ کی عظمت دل سے نکل جائے خوف خدا دل سے رخصت ہو جائے انسان زبان سے کہتا رہے لیکن اس کا دل اس بات کو نہیں مانتا کہ کوئی مجھے پکڑے گا عرب حکومت کا ایک قانون ہے اس کے معمولی سے سپاہی بازار میں پھر رہے ہوں تو ہم میں سے کوئی آدمی کسی معمولی سے قانون توڑنے کی جرات ہی نہیں کرتا بتی سرخ ہو جاتی ہے تو ہر آدمی رکنے کی کوشش کرتا ہے کوئی گاڑی گذارنے کی کوشش نہیں کرتا اس لئے کہ اس کے دل میں اس کے اندر یہ یقین موجود ہے کہ میں یہ سرخ اشارہ کراس کروں گا تو پکڑا جاؤں گا اور مجھے سزا دیں گے اب یہ کوئی قتل تو نہیں ہے کہ وہ کوئی ڈاکہ مار رہا ہے یا قتل کر رہا ہے یا کوئی بہت بڑا جرم کر رہا ہے چھوٹا سا اشارہ سرخ ہو گیا سڑک خالی ہے رات ہے کوئی گاڑی بھی نہیں آ رہی گذر جائے گا تو کیا غضب ہو گا لیکن کوئی نہیں گذرتا اس لئے کہ ہمیں یہ خطرہ ہے

اپنے ملک میں دیکھیں رات کو چھوڑیں دن ہے دوسری طرف سے ٹریفک بھی آ رہی ہے درمیان میں پولیس والا بھی چیخ رہا ہے اشارہ بھی سرخ ہے لوگ گذر جاتے ہیں حادثے بھی ہوتے ہیں مرتے بھی ہیں کوئی باز نہیں آتا کیوں اس لئے کہ وہاں قانون میں جان ہی نہیں ہے ہر آدمی کو یہ خیال ہے کہ کوئی نہیں پوچھے گا بھاگ جاتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا وہ یقین جو ہے کہ یہاں مجھے کوئی سزا نہیں ہو گی وہاں کوئی نہیں روکتا وہی یقین عرب ملک میں آ کر بدل جاتا ہے یہاں میں غلطی کروں گا سزا ہو گی ہر آدمی رکتا ہے

یہی فلسفہ گناہ ہے کہ جب یہ یقین حاصل ہو جائے کہ گناہ جو ہے ہر حال میں اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے تو وہ

گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے اگر اس سے بحیثیت انسان خطا ہو جائے تو خطا کو پیشہ نہیں بناتا توبہ کرتا ہے رجوع الی اللہ کرتا ہے فرشتہ تو نہیں بن سکتا انسان لیکن خطا پر قائم نہیں رہتا یہ جو ہم مسلسل گناہ کی زندگی خطا کی زندگی اپنا لیتے ہیں اس کے پیچھے وہی فلسفہ ہوتا ہے کہ جو اپنے ملک میں ہمارے پاس قانون کے لئے ہے کہ کوئی نہیں پوچھے گا کچھ نہیں بگڑے گا میرا عظمت باری سے اس طرح کی ہو جاتی ہے توقع کہ کیا ہے خیر ہے کوئی نہیں پوچھے گا تو اللہ کریم فرماتے ہیں یہ فیصلہ انتہائی غلط فیصلہ ہے ایسا کبھی نہیں ہو گا میری بارگاہ میں کہ جو میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ خطا ہے کہ وہ خطا کچھ لوگوں کو اس پر سزا دوں ایسا کبھی نہیں ہو گا خطا خطا ہے جو بھی اسے کرے گا اسے بھگتنی پڑے گی

اور جو لوگ خطا نہیں کرتے خطا نہ کرنے کا بھی فلسفہ ارشاد فرمایا خطا کرنے کا گناہ کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ کی گرفت پر اللہ کی پرستش پر یقین کمزور ہو جاتا ہے اور خطا نہ کرنے کا فلسفہ یہ ہے کہ اس بات کا یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ مجھے اپنے رب کریم کے حضور پیش ہونا ہے صرف یہ یقین انسان کو گناہ سے روک سکتا ہے کوئی حکومت کوئی ملک دنیا کی کوئی طاقت انسان کو خطا سے نہیں روک سکتی

میں نے یورپ میں برطانیہ میں امریکہ میں کینیڈا میں ان ممالک میں دیکھا ہے وہاں ہمارے ملکوں کی طرح سفارشیں رشوت اور یہ چیز نہیں چلتی بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں بلکہ امریکہ میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ عدالت اتنی تفتیش نہیں کرتی جتنی تفتیش وکیل کرتا ہے کوئی جرم کرنے کے بعد وکیل کے پاس جب جاتا ہے فیس دے کر کہ میرا کیس لڑو تو وہ اتنی زیادہ انکوائری اپنے وسائل اور ذرائع سے کرتا ہے کہ اس نے واقعی جرم کیا ہے یا اس کے بچنے کی گنجائش ہے اگر قانونا اس کے بچنے کا کوئی حق بنتا ہو تو وہ اس کے ساتھ اتفاق کرتا ہے ورنہ کوئی قانونی مجرم ہو تو کوئی وکیل اس کی وکالت کرنے کو تیار نہیں بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آدھا مقدمہ لڑنے کے بعد وکیل کو ثابت ہوا کہ اس شخص نے میرے ساتھ دھوکا کیا حقیقتاً اس نے جرم کیا تھا اور مجھے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے لگا دیا تو فیس لی ہوئی ہے اس سے عدالت میں جاکر کہہ دیتا ہے کہ جناب اس نے میرے ساتھ بھی دھوکا کیا ہے یہ مجرم بھی ہے

کوئی مجرم ہو جائے پولیس اور جو گورنمنٹ کی ایجنسیاں ہیں وہ پوری کوشش کرتی ہیں تفتیش کے لئے بغیر کسی رو رعایت کے بڑے آدمی سے یا چھوٹے سے عدالت فیصلہ کرنے میں بالکل نہیں ہچکچاتی خواہ اسے ملک کے صدر کے خلاف دینا پڑے اس کے باوجود اتنے جرائم ہوتے ہیں کہ آدمی گن نہیں سکتا یعنی صرف نیویارک شہر کے جو قتل ہوتے ہیں روزانہ ان کی اوسط جو ہے وہ بھی بہت زیادہ ہے آپ چھوٹے جرائم کو چھوڑ دیں ان کی جو اوسط ہے پچھلے سال چار قتل روز ہے ایک ہی شہر میں اوسطاً ایک سو بیس آدمی مہینے میں قتل ہوئے تو اس کی وجہ کیا ہے

حال یہ ہے کہ آپ دس روپے لے کر بازار جائیں تو کوئی گولی مار کر دس روپے لے گا خطرہ یہ ہے کہ آپ گاڑی کھڑی کرتے ہیں تو اس کی سیٹ پر آپ نے کوئی پیکٹ ہی چھوڑ دیا کوئی شیشے توڑ کر پیکٹ لے جائے گا خواہ اس میں آٹھ آنے کا مال بھی نہ ہو گاڑی میں بس میں ' ٹرین میں ' آپ کہیں محفوظ نہیں میرے ساتھ ایک دوست تھا اس نے یہاں پرس جیب میں رکھا ہوا تھا ساتھ ایک امریکن بیٹھا تھا ہم ویسے دیکھ رہے تھے کہ زیر زمین ریلوے کا نظام کیسا ہے اس نے کہا میاں یہ اپنا پرس جو ہے یہ کسی سائیڈ یا کسی ایسی جگہ رکھو جہاں دیکھے

کوئی اس نے کہا یہ خالی ہے اس نے کہا یہ تو تمہیں مارنے اور پرس چھیننے کے بعد پتہ چلے گا کہ خالی ہے وہ تو نہیں شوٹ کردے گا اس وقت تم تو زندہ نہیں ہو سکو گے یہ اپنا پرس الگ کردو

تو یہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ انہیں خوف آخرت نہیں ہے یعنی دنیوی سارے وسائل جو بہترین وہ طریقے سے ہیں وہ اس پر کنٹرول نہیں کرپا رہے اس لئے کہ سڑک پر قتل کرنے سے اعتراض کریں گے کوئی دیکھ رہا ہو گا تو چوری کرنے سے اعتراض کریں گے پکڑے جانے کے نشانات مٹا کر جرم کرلیں گے تو یہ بات تو انہیں جرم سے نہیں روک سکتی

لیکن مسلمان معاشرے میں کمزور حکومتوں کے باوجود آپ کو لاکھوں ایسے افراد ملیں گے جو محض اللہ کے ڈر سے جرم نہیں کرتے جنہیں حکومت کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا جنہیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا جنہیں کوئی پکڑنے والا نہیں آپ رمضان کو ہی لے لیں کروڑوں مسلمان روزہ رکھتے ہیں گھر میں فریج بھی ہے ٹھنڈا پانی بھی ہے گرمیوں کا موسم بھی ہے سارا دن پیاس سے تڑپتے ہیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے لیکن کوئی روزہ دار کمرے میں گھس کر ایک گھونٹ پانی نہیں پی لیتا کوئی حکومت کا سپاہی کوئی حکومت کا کارندہ یا کوئی اڑوسی پڑوسی نہیں دیکھ رہا لیکن وہ ذات جس پر اس کا ایمان ہے اسے وہ ہر آن اپنے قریب اور اپنے پاس محسوس کرتا ہے

تو فرمایا جن لوگوں کو یہ امید ہے

من کان یرجو القاء اللہ

جو اس توقع پر جیتے ہیں کہ مجھے اپنے اللہ سے ملنا ہے اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے اللہ سے میری ملاقات طے ہے فرمایا

فان اجل اللہ لات

انہیں گھبرانا نہیں چاہئے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ بہت جلدی پورا ہو گا تمہیں اللہ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا تمہاری اللہ سے ملاقات ہو گی ایسی کوئی بات نہیں کہ تم دنیوی لذات یا دنیا میں جو دنیوی فوائد یا موقع ناجائز ذریعے سے آتے ہیں چھوڑ دیتے ہو اللہ کی ملاقات کے لئے اور پھر شاید ایسا ہو کہ ملاقات بھی نہ فرمائے فرمایا ایسا کبھی نہیں ہو گا اللہ کا وعدہ بہت جلد پورا ہو گا اور دوسری بات یہ ہے

وھو السمیع العلیم

وہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے تمہاری ایک ایک قربانی کو وہ خود دیکھ رہا ہے کہ کسی بندے نے میری ملاقات کی توقع پر یہ دنیوی لذت ٹھکرا دی چوری ٹھکرا دی جھوٹ بولنا چھوڑ دیا غفلت اعمال میں سے اس نے نکال دی اس لئے کہ میرے روبرو پیش ہونا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ سرخرو ہو کر میری بارگاہ میں حاضر ہو تو فرمایا ایسی بھی کوئی بات نہیں تمہاری ہر ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی جو ہو گی وہ ذات کریم خود دیکھ رہا ہے خود جانتا ہے تمہاری ہر بات کو اب دو معیار ہوتے ہیں اطاعت کے ایک یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت پر کاربند کرنے کے لئے محنت کرے اپنے آپ کو لالچ سے روکے اپنے آپ کو جھوٹ سے روکے اپنے آپ کو خطا سے روکے اپنے آپ کو ہر گناہ سے روکے دوسرا یہ ہوتا ہے کہ آدمی اللہ کی کائنات پر بسنے والی اللہ کی مخلوق اور دوسرے انسانوں کو اللہ کے قریب لانے کے لئے محنت کرے اور ان کو گناہ سے بچنے کی تلقین کرے اور کوشش کرے کہ اللہ کے دوسرے بندے جو ہیں وہ بھی اللہ سے آشنائی پیدا کر لیں تو اصل بات اصل کرنے کا کام جو ہے وہ دوسرا کام ہے اصل کام یہ ہے کہ جو آدمی یہ محنت شروع کرے کہ اللہ کی زمین سے برائی مٹ جائے ظلم مٹ جائے زبردستی گناہ اور خطا مٹ جائے

اور اس کی جگہ نیکی انصاف اور بھلائی کا چرچا ہو اور ہر آدمی نیکی کی طرف آئے تو اس کا پھل یہ ہوتا ہے بڑی عجیب بات ہے کہ جو شخص نیکی کی اشاعت کے لئے کوشش کرتا ہے خود اس کو نیکی پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے دین میں یہ بہت بڑی عجیب بات ہے اور اگر کوئی شخص لاتعلق ہو جائے کہ لوگوں کا جو جی چاہے کریں کوئی مرے یا جیئے مسلمان رہے یا کافر رہے خود ٹھیک ہوں وہ ساری زندگی خود کو بھی ٹھیک نہیں کر سکتا یہ بڑی عجیب بات ہے اسی لئے اس کو رب جلیل نے جہاد قرار دیا ہے بہت بڑی کوشش بہت بڑا جہاد ہے مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے شکایت کی کہ " حضرت میں اس گناہ میں مبتلا ہو گیا ہوں اور میں اس گناہ سے بچ نہیں سکتا" مثلاً کسی کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو گی مذاق مذاق میں جھوٹ بول دیا کبھی موقع پڑا تو کسی کو غلط بات کہہ دی حضرت میں کیا کروں فرمایا اس کے خلاف تقریر کیا کرو وعظ کیا کرو اور قرآن و سنت سے اس کا غلط ہونا لوگوں میں ثابت کرو لوگوں کو اس سے روکو" حضرت میں خود بولتا ہوں لوگوں کو روکوں؟ فرمایا جب تم دوسروں کو روکو گے تو اللہ کریم خود تمہیں اس سے روکنے کی تفوفیق دے دیں گے جب اس کے لئے تم محنت کرو گے تو کوئی تمہاری بات پر منع ہو یا نہ ہو خود تمہیں اللہ کریم توفیق دے دیں گے گناہ سے نکلنے کی تو یہ گناہ سے بچنے کا ایک فلسفہ یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو اس خطا سے بچانے کا اہتمام کیا جائے اس کا نتیجہ یہ ہو گا اللہ کریم فرماتے ہیں

جو یہ مجاہدہ کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے جو محنت کرتا ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں دوسروں پر احسان کر رہا ہوں اس کا بہت بڑا پھل خود اس کو ملے گا وہ اپنے آپ کے لئے اپنی ذات کے لئے اپنے نفس اپنے وجود کے لئے محنت کر رہا ہے اس لئے کہ اللہ تو کائنات سے مستغنی ہے وہ تو کسی کا محتاج نہیں اگر خدا نخواستہ سارے لوگ خطا میں مبتلا ہو جائیں اس کی شان میں رائی برابر فرق نہیں آئے گا اس کا کچھ نہیں بگڑے گا اور ساری مخلوق اگر ہمہ وقت اطاعت شروع کر دے تو اس کی شان بڑھ نہیں جائے گی وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہے مخلوق محتاج ہے اس کی

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ

جو محنت کرتا ہے کوشش کرتا ہے مجاہدہ کرتا ہے اس کا پھل وہ خود پاتا ہے اس دنیا میں کہ خود اس کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور اس دنیا میں ثواب خود اس کو نصیب ہوتا ہے

ان اللہ لغنی عن العلمین

بے شک اللہ تو ساری کائنات سے مستغنی ہے اسے تو کسی کی احتیاج نہیں ہے

تو ان آیات مبارکہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ محض زبان سے کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں یہ انسان کی نجات کے لئے کافی نہیں ہے یہ ٹھیک دعوی ہے کہ میں مسلمان ہوں اب ہر دعوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے کہ میرا دعوی سچا ہے تو اس دعوے کی دلیل ہمارا عمل ہے ہمارا کردار ہے کہ ہم عملی زندگی میں کیا کرتے ہیں اگر تو ہم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ ہمارے اسلام کی تائید اور تصدیق ہے اور اگر ہم دعوی اسلام کے ساتھ اللہ کی اطاعت کی پرواہ نہیں کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے تو یہ ہم اپنے ہی اس دعوے کو جو ہم نے کیا تھا کہ میں مسلمان ہوں اسی کی تکذیب کر رہے ہیں اس کو غلط قرار دے رہے ہیں اس کو جھٹلا رہے ہیں

رب جلیل کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اصلاح احوال کے ضمن میں لوگوں کو اللہ سے آشنا کرنے کے ضمن میں، قلوب کو اللہ کی یاد سے منور کرنے کے

میں، سلسلہ عالیہ کو اللہ کریم نے یہ توفیق بخشی ہے کہ اس وقت روئے زمین پر بہت ہوتا یا تھوڑے ہوتا یہ الگ بات ہے لیکن کوئی ایسا ملک بحمد اللہ نہیں ہے سوائے اسرائیل کے جس میں لوگ ذکر قلبی نہ کرتے ہوں تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں یورپ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں یا قطب شمالی تک کے علاقوں میں جہاں تک آبادی ہے مشرق و مغرب میں جاپان سے لاس اینجلز تک پوری زمین کے گرداگرد بحمد اللہ ایک زنجیر ہے ذکر الٰہی کی جو رات دن کے کسی وقت اٹھتی نہیں ہے اور یہ اللہ کا احسان ہے

لیکن اس میں کوئی ایک فرد کسی ایک فرد کی ذات جو ہے وہی موثر نہیں ہے بلکہ آپ سب اسی مشین کے کل پرزے ہیں ہر پرزہ اپنی جگہ اتنا ہی اہم ہوتا ہے جتنا کوئی دوسرا ہوتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا گاڑی میں اگر ٹائر لگا ہے اس نے ساری گاڑی کا بوجھ اٹھا رکھا ہے تو اسی گاڑی کے کاربوریٹر میں ایک چھوٹی سی پن بھی ہے اگر وہ بھی اپنا کام چھوڑ دے تو وہ ٹائر بھی چلنے سے رک جائے گا وہ اتنی ہی زیادہ اہم ہے جتنا زیادہ اہم وہ ٹائر ہے جس نے پوری گاڑی کو اٹھا رکھا ہے تو جہاں جہاں کسی کو جتنی توفیق ہو اسی کے لئے اطاعت دین فرض ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے اسی صفا پہ کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی رسول اللہ علیکم جمیعا یا ایھا الناس اے اولاد آدم میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں اور عجیب بات ہے کہ تیئس برس قرآن حکیم کی نزول کا جو زمانہ ہے وہ نبوی زندگی جزیرہ نمائے عرب میں ہی بسر ہوئی عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اسی دنیا سے پردہ فرما گئے رسالت تو تھی ساری انسانیت کے لئے اور اللہ کا رسول عرب سے باہر تشریف ہی نہیں لے گیا تو باقی انسانیت کو رسالت کی برکات کیسے پہنچیں دین کا پہنچانا اور دین کی تبلیغ تو فرض تھی فرض منصبی میں سے تھی

یہ خدمت اسی جماعت نے ان خدام نے ان افراد نے کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمائے تھے اور یہ بڑی عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ تیئس برس میں نزول اسلام ہوا اور نزول قرآن ہوا تیئس برس میں مکمل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال عالی کے بعد آپ تیئس برس کو دیکھیں تو تیئس برس میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے روئے زمین پر کلمہ اللہ کو پھیلایا یعنی اتنے ہی عرصے میں دنیا کا کوئی ملک کوئی کونہ کوئی گوشہ کوئی شہر کوئی آبادی اللہ کے پیغام سے ناآشنا نہیں رہی کہ روئے زمین پر یہ پیغام پہنچ چکا تھا اللہ کی توحید کو مانا جائے اللہ کے رسول کی رسالت کو مانا جائے اللہ کی اطاعت کی جائے

یہی طریقہ آپ تمام طریقت اور تمام بزرگان دین میں دیکھیں گے جتنے اصحاب سلاسل ہیں یا جتنے ائمہ دین ہیں آپ کے فقہی جو امام ہیں انہوں نے روئے زمین پر سفر کئے ان کی وہ فقہی تحقیق جو ہے ان کے شاگردوں نے ان کے متبعین نے روئے زمین پر پہنچائی تفسیر کے ائمہ ہیں انہوں نے روئے زمین کے سفر کئے انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ان کے شاگردوں نے ان سے فیض اٹھانے والوں نے تفسیر کو روئے زمین کے مسلمانوں تک پہنچایا

تو جب بھی قومیں تباہ ہونے کے قریب آئیں تو اللہ کریم نے کسی صاحب دل کو پیدا فرمایا اور انہیں ایک قریئے ایک گاؤں اور ایک شہر میں بیٹھ کر روئے زمین پر انقلاب برپا کر دیا یہ اس لئے کہ جو بھی آدمی اس سے مستفید ہوتا تھا وہ اس پیغام کو آگے پہنچاتا تھا یہی مسنون قاعدہ ہے سنت اللہ اسی طرح ہے یہ عالم اسباب ہے اور

اس میں کام اسی طرح سے ہو گا

تو اس کے لئے جو میری حیثیت ہے وہ بحمد اللہ اپنی ہے آپ کی حیثیت مجھ سے کم نہیں ہے اسی اہمیت کے اعتبار سے کہ جتنا آپ کے پاس ہے آپ اسے دوسروں تک پہنچائیں دوسروں کو بتائیں دوسروں کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور دوسروں کو نیکی پر کاربند رہنے اور گناہ سے بچنے کا فلسفہ سمجھائیں انہیں اللہ کے ذکر کی تلقین کریں یہ دل کی روشنی جو ہے یہ اللہ کی ملاقات کی طلب پیدا کر دیتی ہے اور دل روشن نہ ہو تو آدمی کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ بندے کی اللہ سے کیسے ملاقات ہو گی عقل کی استعداد سے یہ بات بالاتر ہے دماغ اسے سمجھ بھی نہیں پاتا

دوسری بات یہ ہے کہ جو اللہ اللہ ہوتی ہے یا اسلام پر جو عمل ہوتا ہے یا جسے ہم عبادت یا حج یا عمرہ یا طواف یا سعی جو بھی طریقہ عبادت ہے جہاد اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ہر عبادت ہر ذکر ہر مراقبہ ہمیں اللہ کی طرف سے ایک قوت ہمارے دل میں ڈال دے اب اس قوت کو لے کر کیا کرنا ہے

کنتم خیر امتہ اخرجہ للنا تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

یہ قوت حاصل کر کے تمہیں اپنا یہ فریضہ ادا کرنا ہے کہ اللہ کی پوری زمین سے ظلم مٹ جائے اور انصاف قائم ہو اللہ کی پوری زمین سے گناہ مٹ جائے اور نیکی قائم ہو اگر آدمی عبادت کر کے اس کو اس موضوع پر صرف نہیں کرتا تو وہ ایسا سپاہی جو ساری زندگی اپنی بندوق چمکاتا رہتا ہے لیکن میدان جنگ میں کبھی نہیں جاتا کہ ساری عمر اسلحہ صاف کرتا رہے ایمونیشن ڈھو ڈھو کر رکھتا رہے اور کبھی میدان جنگ میں نہ جائے تو اس کے اس کو چمکانے اور صاف کرنے سے کیا فائدہ یہ عبادات قوت دیتی ہیں انسان کو میدان عمل میں جانے کی اور ہم مکلف ہیں ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم تجارت کے لئے روئے زمین پر پھرے تم شہرت کے لئے روئے زمین پر پھرے تم نے اپنے علاج کے لئے دنیا کے ہر ملک سے دوائیں منگوالیں لیکن کیا دین کی اشاعت کے لئے بھی کچھ کام کیا کہ دوسرے تک بات کو پہنچائیں

ایک غلط فہمی ہمارے دین دار طبقے میں ایک اور بہت بڑی ہے خصوصا اپنے ملک عزیز میں میں وہاں بھی بڑی دفعہ کہتا ہوں اور میں یہ یہاں بھی کہہ دوں آپ احباب کو بھی یہ بات پہنچا دوں علماء کو مشائخ حضرات کے اجتماعات میں بھی ان کو علیحدہ بلا کر بھی کہا ہے کہ ہمارے یہ جو بزرگ ہیں انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سیاست تو بدکاروں کا کام ہے اس میں جھوٹ ہے برائی ہے نیک آدمیوں کو اس سے الگ رہنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک عزیز میں اب بھی اسی فیصد لوگ نیک ہیں دیندار ہیں شریف ہیں اور اسی فیصد کے بعد جو پندرہ فیصد ہیں وہ بھی اگر نیک نہیں ہیں تو بدکار اور بدمعاش نہیں ہیں یہ پچانوے فیصد آبادی محکوم ہے اور جو پانچ فیصد یا اس سے بھی کم بدمعاش شرابی عیاش بے دین اور بدکار ہیں وہ ملک پر حکومت کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ بدکار ان نیکوں کے ذہن میں ڈال رہے ہیں کہ تم نیک لوگ ہو مسجدوں میں بیٹھو دعائیں کرو تمہیں سیاست سے کیا کام اگر سیاست ایسی ہی شجر ممنوعہ تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کیوں بنائی اس کی سربراہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں قبول فرمائی اگر سیاست ایسی شجر ممنوعہ تھی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں اتنی بڑی سلطنت کے والی بنے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں ملک مسخر کئے اور اتنے علاقے فتح کئے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں اتنی محنت کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

پنی جان قربان کی یہ خلفائے راشدین جو تھے کیا یہ
سربراہ نہیں تھے
دین کی اشاعت ہوتی ہی اس لئے ہے جو نبی کریم
اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی قرآن حکیم میں
ود ہے

جعلی من الدنک سلطانا نصیرا

کہ اللہ کریم! اپیلوں سے دین قائم نہیں ہوتا یہ
رے میں دین کو نافذ کروں مجھے اپنی بارگاہ سے وہ
ت عطا فرما اللہ نے حکومت و سلطنت عطا فرما دی
ری زندگی گذر گئی اہل مکہ کی منتیں کرتے مسلمانوں کو
وں نے نکال دیا یہاں سے بجائے اس کے کہ اسلام
ل کرتے جب مکہ فتح ہو گیا سب کی گردنیں جھک
ئیں یہ جو قوت ہوتی ہے سیاسی یہ دین کی ضرورت ہے
دینداروں کو چاہیئے میں نے دوستوں کو کہا کہ یہ جن کو
پ اپنا پیر بزرگ استاد یا بہت نیک اور پارسا سمجھتے ہیں
ن کی نیکی ہمارے کس کام کی اگر وہ کسی مسجد میں ہی
ہو کر اس کے صحن میں ہی دفن ہو گیا اس کو ایوان
ر میں لاؤ اس کو ملک کا بادشاہ بناؤ اس کو وزیر اعظم بناؤ
ن کا اس کے پاس ملک کی وزارت ہو اسے کسی کام لگاؤ
کوئی نیک آدمی وہاں بیٹھ کر مخلوق کے ساتھ انصاف کر
ے اللہ کی مخلوق کو ایذا سے بچا سکے میں نے اپنے ملک
لوگوں کا حال دیکھنے کے لئے ان علاقوں کے سفر کئے
ں جانا بہت مشکل ہے جہاں کوئی نہیں جاتا راستے
ں ہیں کھانے پینے کو نہیں ملتا موسم بہت شدید ہوتا
ے سردی ہو تو سخت سردی ہوتی ہے پہاڑ ہیں پتھر ہیں
ر یقین جانیے اپنے ملک میں ایسے ایسے ویرانے ہیں کہ
ں دس دن کوہ کرم کے علاقے میں رہا اور دسویں دن
ب میں واپس گلگت پہنچا تو پکی سڑک دیکھ کر خود مجھے
رت ہو رہی تھی کہ دس دنوں میں یہ بجلی اور پکی سڑک
تصور میرے ذہن سے بھی نکل گیا تھا مجھے پکی سڑک
دیکھ کر عجیب سی لگی کہ دیکھو یہ کیسی سڑک بنی ہوئی ہے
تو جن لوگوں کی عمریں وہاں کٹ گئیں ان کا کیا حال ہو گا
ایسے لوگ وہاں بستے ہیں جن کی تعلیم کو چھوڑو دین جن
کی صحت کا کوئی حال نہیں جہاں کوئی سڑک نہیں کوئی
راستہ نہیں کوئی ڈاکٹر نہیں کوئی دوا نہیں اور سب سے
بڑا ظلم یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن انہیں
کلمہ نہیں آتا نماز نہیں آتی اور کوئی بتانے والا نہیں ملک
کا نام پاکستان ہے اور پاکستان کی آدھے سے زیادہ آبادی
ایسی جسے کلمہ طیبہ نہیں آتا ان علاقوں میں تو کیا پورے
چترال سے شروع ہو کر خنجراب تک کوئی چھ سو میل لمبا
بیلٹ بنتا ہے رات ٹھہرتے تھے اور سارا دن چلتے تھے تو
بارہ دن ہمارے لگ گئے اس جیپ کے ساتھ چلنے میں
اس پورے علاقے میں اذان نہیں ہوتی مسجد نظر نہیں
آتی نماز کوئی نہیں پڑھتا اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں
کلمہ نہیں آتا الا ماشا اللہ دو چار جگہوں پر کہیں کوئی پڑھا
لکھا آدمی ہے ان کے دین کا یہ حال ہے بلکہ ایک جگہ
ایک ساتھی کو ہم نے بھیجا جہاں میں بھی نہیں جا سکتا تھا
کیونکہ وہاں کوئی بیس تیس کلو میٹر جیپ جاتی تھی اس
کے آگے سو کلو میٹر گھوڑا جاتا تھا اور اس سے آگے پھر
پچیس تیس کلو میٹر پیدل تو میری صحت اتنی سفر کی
اجازت نہیں دے رہی تھی میں نے ایک ساتھی کو بھیجا
وہاں بھی ایک گھر مسلمان کا ہے کچھ گھر اسماعیلی
شیعوں کے ہیں ان میں ایک گھر مسلمانوں کا تھا جو روس
سے انقلاب روس کے وقت بھاگ کر آئے وہ آدمی
فوت ہو گیا اس کا بیٹا اب بوڑھا ہے دو گھر ہیں وہ دونوں
بوڑھے ہو چکے ہیں ان کی آگے اولاد ہے اب جو خاندان کا
سربراہ ہے بڑا ہے اس سے اس نے پوچھا کہ تمہارا
مذہب؟ تو اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں 'سنی ہوں'
حنفی ہوں' کلمہ سناؤں تو اسے صرف لاالہ آتا ہے الا اللہ
نہیں آتا تو اس نے کہا کہ تو نے اتنا لمبا فقرہ کس طرح یاد

کر لیا؟ مسلمان ہوں سنی ہوں حنفی ہوں پورا یاد نہیں وہ کہنے لگا میں بہت چھوٹا تھا میرے والد کو سوشلسٹوں نے قید کر لیا پھر وہاں سے جب انہوں نے چھوڑا تو ہمیں لے کر بھاگا اور یہاں پہنچا تو اس نے جو بتایا اس میں سے مجھے یہ یاد رہ گیا سوشلسٹوں نے اتنا بیٹھا تھا کہ بے چارہ یہاں پہنچ کر مر گیا ہمیں کوئی بتانے والا تھا ہی نہیں ماں بھی مر گئی باپ بھی مر گیا ہم چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے انہیں کافروں میں پلے ہمیں تو کسی نے بتایا نہیں یہ یاد رہ گیا وہ لاالہ بتاتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ ہم مسلمان ہیں سنی ہیں حنفی ہیں

ہم نے ملک کا نام تو پاکستان رکھ لیا لیکن اس میں کتنی مخلوق ایسی ہے کہ ان کی صحت کا نام تھا کھانے پینے کا نہیں تھا کم از کم انہیں دین بتانے کا اہتمام تو ہوتا اس کے بچے بھی وہاں اسماعیلیوں کے اونٹ چرانے کا کام کرتے تھے وہاں وہ قیمتی اونٹ ہوتے ہیں دو دو کوہانوں والے وہی ان لوگوں کا ذریعہ معاش ہے مسلمانوں کے پاس نہیں تھے اسماعیلیوں کے چراتے تھے اجرت لیتے تھے میں نے کہا یار اسے کہو کہ اپنے بڑے لڑکے کو یہاں چترال بھیج دے اسے سکول پڑھائیں گے اس نے کہا کہ سکول تو پڑھاؤں لیکن کھاؤں گا کیا ان کی مزدوری سے تو ہمارا پیٹ بھرتا ہے تین چار بچے کام کرتے ہیں تو پھر ہم نے یہ طے کیا کہ جو اجرت وہ وہاں سے کماتا ہے دو سو یا تین سو اس سے زیادہ پچاس ساٹھ روپے زائد ہم آپ کو وظیفہ دے دیں گے اس بچے کا اور اس کا خرچ بھی اللہ دے گا تو یہ کچھ پڑھ جائے اردو فارسی کچھ انگریزی کچھ دین کچھ نماز یاد کر لے اس کا کچھ ترجمہ یاد کر لے وضو کے مسائل تو ہم اسے وہاں مبلغ بنا دیں گے یہ تنخواہ لیتا رہے گا کیونکہ یہاں سے تو کوئی آدمی جا کر وہاں رہ ہی نہیں سکتا سردیوں میں منفی ۴۵ تک ٹمپریچر گر جاتا ہے گرمیاں تھیں جب ہم وہاں گئے تو گرمیوں میں بھی رات اندر بہت موٹی رضائی کے ساتھ گزاری جا سکتی تھی

اس طرح کا ایک اور علاقہ چترال کے ساتھ جسے ابھی تک کافرستان ہی کہتے ہیں ہمارے ساتھ جنرل احسان وہاں سے ہی آئے ہیں عمرے کے لئے تو وہاں ایسے لوگ بستے ہیں جن کا مذہب عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کی رسومات ہیں پاکستان کے شہری ہیں اسی کفر میں مبتلا ہیں کوئی انہیں بتاتا نہیں کوئی ان کی فکر نہیں کرتا کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں بلکہ حکومت نے تبلیغ منع کر رکھی ہے وہاں کہ باہر کے لوگ انہیں دیکھنے آتے ہیں اور زر مبادلہ ملتا ہے اس لئے انہیں مسلمان کیا ہی نہ جائے بحمد اللہ وہاں بھی ہم نے محنت شروع کی ہے دو ڈھائی لاکھ روپے لگا کر ایک دینی مرکز بنایا ہے پھر اس میں ایک آدمی متعین کریں گے جا کر وہ زیر تکمیل تھا اس کی چھت پڑ رہی تھی اب تو الحمد اللہ چھت وغیرہ پڑ گئی اندر پلستر وغیرہ کا سارا سامان وہاں پہنچا ہوا ہے لیکن آج کل کام نہیں ہو سکتا آج کل تو کوئی آدمی ہاتھ ہلا نہیں سکتا گیارہ بجے تھوڑی سی دھوپ آتی ہے ڈیڑھ بجے تک باقی ساری رات دن برفانی ہوائیں چلتی ہیں سخت سردی ہوتی ہے پھر تھوڑا سا جب موسم کھلے گا تو اس کا پلستر وغیرہ کا اور باقی جو تھوڑا بہت کام رہ گیا ہے وہ ہو جائے گا تو انشاء اللہ وہاں بھی ایک آدمی مقرر ہو گا اسی طرح اس وادی میں بھی ہم نے مختلف جگہوں پر مساجد کی تعمیر شروع کی اس طرف اندرون ملک پکی سڑکوں پر سفر کرتے رہتے ہیں کسی ایسی طرف چلے جائیں جہاں کوئی سڑک نہ جاتی ہو تو سارے ملک میں لوگوں کا حال یہی ہے سندھ میں سب سے برا حال ہے پنجاب کا جو علاقہ سندھ کے ساتھ ملتا ہے بہاول پور اور سکھر کا اس میں بھی وہی حال ہے لوگوں کو نہ عقائد کی خبر ہے نہ اعمال کی نہ نماز کی نہ روزے کی نہ کسی کو آتا ہے اسی طرح پنجاب میں چلے جائیں تو پنجاب کی

جو اندرون علاقے میں جہاں سڑکیں نہیں ہیں وہاں وہی حال ہے جو ان علاقوں میں ہے سرحد میں نسبتاً لوگ کم و کم نماز روزے سے واقف ہیں خواہ وہ کتنے دور جنگل میں بھی ہیں کم از کم انہیں نماز روزہ باقی سارے ملک سے بہتر طور پر آتا ہے میں نے سرحد میں بھی وزیرستان میں بھی دور تک اندر جا کر دیکھا ہے چونکہ یہ ہمارا کام انفرادی طور پر ہو رہا تھا تو میں نے ساتھیوں کو جمع کر کے ایک فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی اس کا نام ہے الفلاح فاؤنڈیشن جس کو باقاعدہ رجسٹر کروا کر یہ سارے امور اس کے زیر انتظام کر دیئے کہ آدمی تو آنے جانے والا ہے ایک آدمی کام کرتا ہے اس کی آنکھ بند ہو جائے کام ختم ہو جاتا ہے جب کوئی ادارہ بن جاتا ہے وہ افراد اس میں آتے جاتے رہتے ہیں اداروں کی عمر بہت لمبی ہوتی اور وہ کام تادیر ہوتا رہتا ہے

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کام حکومت کے کرنے کے ہیں لیکن وہ حکومت کرے گی جب آپ جیسے نیک لوگوں کو یہ سمجھ آئے گی کہ ہم بھی مکلف ہیں نیکی کو پھیلانے کے اور نیک لوگوں کو آگے لانے کے اور زوروں سے جان چھوٹے گی تب حکومت نیک ہو گی ملک میں تو اب یہ حال ہے کہ پورے پاکستان کا کوئی شہری کسی وقت بھی محفوظ نہیں ہے وہ بڑا ہے یا چھوٹا وہ وزیر ہے یا کچھ اور پچھلے دنوں ڈی آئی جی سندھ کے بھائی کو اٹھا کر چور لے گئے کہ پیسے دے کر لے جاؤ

پولیس آپ کی میری حفاظت کیا کرے گی جو اپنی نہیں کر سکتی کراچی میں تو لوگ بالکل توکل علی اللہ جیتے ہیں حیدر آباد میں بالکل کوئی حکومت کوئی انصاف کوئی عدالت کچھ بھی نہیں پنجاب اور سرحد میں اگر ہے وہ حکومت کے زور سے نہیں ہے لوگوں کے اپنے جو قبائلی رواج ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات یا برادری سسٹم ہے اس کے تحت اگر کسی کو تھوڑا سا تحفظ حاصل ہے کہ یہ فلاں برادری کا بندہ ہے چھیڑا تو فساد ہو گا حکومت کا وہاں بھی نہیں ہے اس لئے کہ حکومت ایسے لوگوں کے پاس ہے نہیں جن کے پاس انصاف ہو اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ جو نیک طبقہ علماء مشائخ اور مبلغوں کا اس میں مبتلا ہے کہ ہمیں سیاست سے کوئی غرض نہیں اس سارے گناہ کے ذمہ دار ہم ہیں جو ہم نیکی کی اشاعت کے لئے اور برائی کو مٹانے کے لئے میدان عمل میں نہیں آتے تو اللہ کرے کبھی ایسا زمانہ

رزق حلال

امام احنبلؒ کے صاحبزادے حضرت صالح! اصفہان کے قاضی تھے۔ ایک مرتبہ امام حنبلؒ کے خادم نے ان کے باورچی خانے سے خمیر لیکر روٹی تیار کی۔ جب روٹی امام صاحب کے سامنے لائی گئی تو آپ نے پوچھا یہ اسقدر گداز کیوں ہے۔ خادم نے حال بتایا تو آپ نے فرمایا جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو اس کے ہاں سے خمیر کیوں لیا۔ یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے پوچھ لینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا احمد بن حنبل کا اگر تمہاری طبیعت گوارہ کرے تو لے لو۔ چالیس یوم تک کوئی سائل نہیں آیا اور جب روٹیوں میں بدبو پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ لیکن امام صاحب کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ کی مچھلی نہیں کھائی۔

بھی آئے کہ نیک لوگ برسر اقتدار آئیں اور نیکی پھیلے لیکن تب تک کے لئے خاموش تو نہیں بیٹھا جاتا کچھ بھی نہ ہو سکے تو جو ہو سکے وہ تو کرنا چاہئے اس کے لئے ہم نے فاؤنڈیشن بنا دی اب وہ باقاعدہ سارا انتظام جو ہے وہ ایک سسٹم کے تحت ہو جائے گا اس کے تحت ڈاکٹروں کے وفد دو دفعہ بھیجے یہاں سے جا کر پھر بھیجیں گے ان علاقوں میں ڈاکٹر کو بھی لیڈی ڈاکٹر کو بھی دوائیں ساتھ لے کر بھیجی جاتی ہیں جو وہاں غریبوں میں بانٹتے ہیں اس دفعہ یہاں آنے سے پہلے میں ان کے لئے دس بارہ پندرہ گانٹھ کمبل کپڑے پنڈی سے بھجوائے ساتھیوں نے جمع کئے تھے وہاں عجیب حال ہے اکتوبر نومبر میں منفی ۱۵۔ ٹمپریچر چل رہا ہے اور منفی ۱۵۔ میں کسی بچے کے پاس جوتا ٹوپی شلوار نہیں ہوتی تمام دس بارہ سال کے بچے ایسے حال میں تھے ایک ایک کپڑا ہے عورتوں کے پاس پورا لباس نہیں تھا ایک دن ڈاکٹر نے چیک کرنے کے لئے ایک بی بی کا سویٹر اٹھانا چاہا تو وہ پھٹا ہوا تھا جگہ سے لنڈے کے پرانے سویٹر اس نے سویٹر اٹھایا کہ نیچے ٹیلی سکوپ لگاتا ہوں اس نے سویٹر اٹھایا تو نیچے قمیض نہ ہونے کے برابر تھی اس نے چھوڑ دیا ساری پھٹی ہوئی تھی جسم ننگا ہوتا تھا اس نے سویٹر کے اوپر سے لگا کر دیکھا یہی حال مردوں کا ہے بلڈ پریشر چیک کرنے کے لئے بازو اٹھایا تو ننگا ہو گیا کیا وہ اس ملک کا مسئلہ نہیں ہے ایک ایک وزیر کے لئے دس دس کاریں اس کے آگے پیچھے محافظ لے کر دوڑ رہے ہیں کیا یہ فرشتہ ہے اور وہ انسان نہیں ہے اس ملک میں مزدوری کرتے ہیں محنت کرتے ہیں انہیں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں کتنی نا انصافی کتنا ظلم ہے اور کتنی زیادتی ہے

تو نظام بھی انشاء اللہ ہمیں بدلنا ہو گا اللہ کرے نیک لوگ آگے آئیں اگر حکومت نہ کرے تو جو کوشش ہمارے ذمہ ہے اس سے ہم بری نہیں ہو سکتے اس کے ہم مکلف ہیں کہ ہم ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں اس کے لئے فاؤنڈیشن بحمد اللہ باقاعدہ ترتیب وار پروگراموں کے ساتھ پورے ملک میں جہاں جہاں سڑکیں بجلی کی سہولتیں نہیں ہیں وہاں دینی تعلیم کے ساتھ ان کی مادی ضروریات کا کچھ مادی امداد کا اور ان کی اس صحت کا یہ سارا سسٹم کر رہے ہیں اس کے لئے ساتھیوں نے جو فارم بنائے ہیں الفلاح کے وہ دیئے ہیں کرنل صاحب کو بھی بعد میں تقسیم کئے جائیں گے ہر شخص کو نہ صرف ممبر بننا چاہئے بلکہ اس کے لئے ممبر بنانے چاہئیں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جو ساتھی حلقے میں ہے ذکر کرتا ہے وہی اس کا ممبر بنے یہ تو ایک اوور ٹائم ہے جو آپ لگا رہے ہیں اپنی اصلاح کے لئے ہر مسلمان کا اور بالخصوص ہر پاکستانی کا اس میں فریضہ ہے اور وہ ذکر نہیں کر سکتا اگر وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم ان کے دکھ سکھ میں تو شریک ہو سکتا ہے تو اس کے لئے بھی فارم کرنل صاحب کے پاس ہیں آپ اپنے فارم نہ صرف فل اپ کریں بلکہ فارم فوٹو سٹیٹ کرا کے رکھ لیں بے شمار لوگ یہاں اپنے ملک کے رہتے ہیں اسی کی ساری جو ترتیب میں نے عرض کی ہے اس کا طریقہ کار اس فارم میں دیا ہوا بھی ہے اور انہیں اس کا ممبر بنائیں سالانہ چندہ بھی دیں اور زکواۃ اور صدقات کی مد میں سے ہم جو صرف کرتے ہیں وہ وہاں بھی بھیجا جا سکتا ہے پھر اس کے ساتھ یہ بتا دیا جائے کہ یہ پیسہ زکواۃ کا ہے کہ وہ احتیاط کے ساتھ اس مد پہ صرف خرچ ہو زکواۃ کا مصرف ہے یا صدقہ نفلی ہے یا آدمی ڈونیٹ کرتا ہے تو بتا دیا جائے یہ فلاں مد کی رقم ہے

اللہ کرے تو کسی حد تک تو ہم اس قوم کے دکھوں کا مداوا کر سکیں اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق دے

اولیاء اللہ

مولانا محمد اکرم اعوان

ہمارے ہاں پورے عالم اسلام میں اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ ہر امت میں انبیاء علیہم الصلوہ والسلام کے بعد اولیاء اللہ ہوتے ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جس پر اسلام کے سارے فرقے متفق ہیں وہ فرقے بھی جو واقعی مسلمان ہیں اور ان میں فروعات میں معمولی اختلاف ہے اور وہ فرقے بھی جو اسلام کے نام پر مختلف رسومات کو جمع کر کے حقیقی اسلام سے محروم ہو چکے لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں اس بات پہ وہ بھی اختلاف نہیں کرتے ہمارے ہاں علمی اور فقہی اعتبار سے مسلمانوں کی وہ جماعتیں جو واقعی سنت نبوی پہ کاربند ہیں ان میں فروعات میں تھوڑا تھوڑا اختلاف ہے جو بالکل قدرتی ہے اور ہونا چاہئے اس کا اثر ان کے وضو کے طریقے پہ بعض اوقات پڑتا ہے بعض اوقات نماز کے اوقات میں تقدیم و تاخیر پہ پڑتا ہے بعض اوقات رفع یدین کی صورت میں نمودار ہوتا ہے ایک طبقہ کہتا ہے ہاتھ اٹھانے چاہیں ایک کہتا ہے نہیں بعض اوقات امین بالجہر کی صورت میں ایک طبقہ کہتا ہے امین بالجہر سے کہی جائے دوسرا کہتا ہے نہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اس بات پہ وہ بھی متفق ہیں کہ ہر امت میں اولیا اللہ ہوتے ہیں اور اس امت میں بھی اولیاء اللہ ہیں اس بات پہ کسی کو اختلاف نہیں تو پھر اختلاف کس بات کا ہے

اختلاف اولیاء اللہ کے اوصاف کی تعین میں ہے سب سے پہلی بنیادی بات جو ہر مکتب فکر ولی اللہ کے لئے ایک الگ سی صورت تشکیل دیتا ہے ڈھالتا ہے اپنے عقائد میں اپنے نظریات میں اپنے خیالات میں اور پھر دوسرا اختلاف اس وقت نمودار ہوتا ہے جب ان سے اخذ برکات کی باری آتی ہے کہ فیض کسے کہتے ہیں اور اولیاء اللہ سے وہ کیسے حاصل ہوتا ہے اور وہ شے کیا ہے

ان آیات مبارکہ میں قرآن حکیم نے اس بات کی تعین فرمادی ہے کہ ولی اللہ کون ہوتے ہیں اور ان سے کیا حاصل کیا جا سکتا ہے اور کیا حاصل کیا جانا چاہئے اور فیض کسے کہتے ہیں یہ دونوں باتیں قرآن حکیم نے یہاں حل کردی ہیں اور قانون بھی ہے

و اذا تنازعتم فی شی فردوله الی اللہ و الی رسوله

اگر تمہیں کسی بات میں اختلاف ہو بات الجھ جائے تو اس بات کو اللہ کے حضور پیش کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پیش کرو تو تمہارا اختلاف ختم ہو جائے گا تمہیں اصل بات سامنے آجائے گی

بنی اسرائیل میں گمراہی پھیلی لوگوں میں بت پرستی کا رواج ہوا بادشاہ کو ظل الہی اور اللہ کا سایہ اور اللہ کا نمائندہ کہتے تھے لوگ غلو کے قائل ہو گئے اور بادشاہ کے وجود میں اللہ کا تصور قائم ہو گیا اور وہی مسجود بن گیا قوم کا تو کچھ لوگوں نے جو نبی نہیں تھے اس زمانے میں کوئی نبی موجود نہیں تھا لیکن وہ ولی ضرور تھے اور ولایت جو ہوتی ہے بنیادی طور پر یہ کیسی چیز ہے

نبوت وہبی ہوتی ہے وہبی اور کسبی میں یہ فرق ہے جو چیز وہبی ہوتی ہے اس کے لئے حاصل کرنے والے کی کوئی محنت نہیں ہوتی اللہ کی طرف سے انہیں عطا کردی جاتی ہے کسبی چیز میں محنت کی بات نہیں بات طلب کی ہے بات انابت کی ہے بات جستجو کی ہے بات آرزو کی ہے وہ آرزو جو طلب لینے والے کی طرف سے ہوتی ہے دیتا اللہ ہی ہے اسے بھی ملتی اسے بھی وہبی طریقے سے ہے اللہ کریم اپنی نعمت کو بغیر کسی محنت اور معاوضے کے چونکہ انسان تو اتنی محنت بھی نہیں کر سکتا جتنی چیزیں اللہ کی دی ہوئی اپنے بدن میں وہ ہر روز استعمال کرتا ہے طاقت قوت صحت نگاہ شنوائی اور مختلف نعمتیں ان سے جتنا فائدہ اٹھاتا ہے ان کی قیمت کا شکر نہیں ادا کر پاتا لیکن جب وہ دل سے طے کر لیتا ہے

فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ کا قرب اللہ کی رضا اللہ کی ولایت اللہ کی دوستی اللہ کی پناہ چاہئے یہ اس کی محنت ہوتی ہے ساری اس لئے ولایت کو کسبی کہتے ہیں ولایت ہوتی کیا ہے اس کا تعین اصحاب کہف کے اس قصے میں ارشاد ہے کیونکہ وقت کم ہوتا ہے میں اس کے شان نزول میں آپ کو نہیں لے جانا چاہتا اور میرے خیال میں سارے لوگ جانتے ہیں اکثر یہ عام بیان ہونے والی روایات ہیں جو ہر مقرر ہر واعظ ہر عالم بیان کرتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں

نحن نقص علیک نبا ھم بالحق

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کھری کھری بات بتاتا ہوں چند سوال تھے جو یہود مدینہ کے کہنے پر اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں تو ان کا جواب دیں ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ یہ اصحاب کہف کون تھے یہ کیا قصہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں میں بتاتا ہوں آپ صلی اللہ کو کھری بات بتاتا ہوں

چند لڑکے تھے چند نوجوان تھے ان کا کمال یہ تھا کہ انہیں اپنے پروردگار پر ایمان نصیب تھا ایمان کیا ہوتا ہے وہی جسے میں نے طلب و آرزو کا نام دیا ہے جسے میں نے خواہش و جستجو کہا ہے وہی ایمان ہوتا ہے عام آدمی کا تجربہ ایمان کے بارے یہ ہے کہ وہ اعلان کردے کہ میں اللہ کو مانتا ہوں جیسا وہ ہے جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے جو واحد ہے لاشریک ہے معبود برحق ہے میرا رب ہے یہ سب کہہ دینا ایمان ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو اس طرح سے پہنچاننا کہ جو پہچان انسان کو اس کے نام پر فریفتہ کر دے اس کا دیوانہ بنا دے اس کے بغیر اس کا گزارا ہی نہ ہو سکے اور یہ حق ہے کہ جس کسی کو ذرہ برابر اللہ کی

معرفت نصیب ہوئی اور جس نے ذرہ برابر اسے پہچانا پھر وہ اس کے بغیر نہیں جی سکتا پھر آپ اس کو کہیں کہ تم اللہ کو چھوڑ دو اللہ کی یاد کو چھوڑ دو اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دو اور دوسری طرف بڑا مزا ہے بڑا لطف ہے بڑی عیش ہے یہ سب کچھ اس کے لئے فضول ہے وہ پہچان جو دل میں اللہ کی آرزو اور طلب پیدا کر دے اس پہچان کو قرآن حکیم ایمان کہتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں یہ ہیرا ہے کانچ نہیں ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ہیرا کیا ہوتا ہے اور یہ اصلی ہیرا ہے تو اس کے دل میں کیا اس کے پانے کی آرزو پیدا نہیں ہوگی اب اس کے دل میں آرزو پیدا نہ ہونے کے دو ہی سبب ہیں یا تو اسے یہ یقین نہیں کہ یہ ہیرا ہے اور اگر اسے یہ یقین ہے تو اسے یہ خبر ہی نہیں کہ ہیرا ہوتا کیا ہے اور اس کی قیمت کیا ہے اس میں کیا خصوصیات ہوتی ہیں اس سے واقف نہیں لیکن اگر وہ اس طرح سے جانتا ہے یہ بھی یقین ہے کہ یہ بھی ہیرا ہے اور ہیرے کی کمالات اور خصوصیات سے بھی واقف ہے تو بھلا اس کے دل میں پانے کی آرزو کیوں نہ ہوگی اگر یہ حال کسی ایک پتھر کا ہے یہی حال ایک دھات کا سونے کا ہو سکتا ہے یہی حال پیسے کا دولت کا ہو سکتا ہے

تو ذات باری کے مقابلے میں مخلوق کو لانا تو حماقت ہے اب اگر ایک شخص اس ذات بے ہمتا کو جانتا ہے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے علم کے مطابق اپنے ذہن کے مطابق اپنی قلبی کیفیت کے مطابق بھی جانتا ہے تو اس سے الگ ہو کر نہیں رہ سکتا اسے ایمان کہا گیا ہے فرمایا بات بڑی نہیں تھی نہ وہ کوئی زاہد و پارسا تھے نہ وہ بڑے مجاہدہ کرنے والے لوگ تھے نہ کوئی وہ بہت بڑے نامور عالم تھے کچھ بھی نہیں تھا

وہ چند نوجوان تھے کوئی کوالفکیشن قرآن حکیم نے کوئی خصوصیت کوئی ان کی خاص بات نہیں بتائی ان

ممبرشپ فارم

خریداری نمبر ________ تاریخ ادائیگی ________

نام ________

شہر ________ ضلع ________

پتہ ________

____

○ سالانہ خریدار ۱۰۰ ار روپے ○ تاحیات ۱۰۰۰ ار روپے

داخلہ

صقارہ اکادمی

دارُالعرفان مُنارہ۔چکوال

اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے ترقی کا سفر جاری رکھا ہے!

* ۱۹۸۸ء میں راولپنڈی بورڈ کے جنرل سائنس گروپ میں میٹرک کے امتحان میں اوّل اور دوئم پوزیشن حاصل کی۔
* ۱۹۸۹ء میں ہمارے طلبہ نے بورڈ میں پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کیں۔
* اور اب ۱۹۹۰ء میں بھی مسلسل تیسری مرتبہ راولپنڈی بورڈ میں پہلی اور دوسری پوزیشن صقارہ اکادمی نے حاصل کر کے "چکوال ایسوسی ایشن" کی طرف سے گولڈ میڈل، شیلڈ، اور ٹرافی حاصل کی۔

آٹھویں کلاس میں داخلے کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں:

داخلہ کا پروگرام حسب ذیل ہے۔

درخواستیں بھیجنے کی آخری تاریخ ________ ۱۱رجنوری ۱۹۹۱ء

انٹرویو/ٹیسٹ (اُردو، اسلامیات، انگریزی، حساب) ________ ۱۷رجنوری ۱۹۹۱ء

نتیجہ داخلہ ________ ۱۸رجنوری ۱۹۹۱ء

داخلہ ________ ۱۵ تا ۲۰رجنوری ۱۹۹۱ء

(نوٹ)

- امیدواروں کا ۱۷رجنوری ۱۹۹۱ء تک اکیڈمی میں پہنچنا ضروری ہے۔
- ٹیسٹ ۱۷رجنوری ۱۹۹۱ء کو دو بجے دوپہر شروع ہو جائے گا۔
- پراسپیکٹس حاصل کرنے کے لیے مبلغ ۳۵ روپے کا پوسٹل آرڈر/ڈرافٹ (اندرون مُلک) اور بیرون مُلک کیلئے -/۵۰ روپے کا پوسٹل آرڈر/ڈرافٹ بنام صقارہ اکیڈمی مسلم کمرشل بنک منارہ چکوال روانہ فرمائیں

صقارہ اکیڈمی، دارُالعرفان، مُنارہ، چکوال

کے قدر اچھے تھے یا ان کا علم اچھا تھا یا ان کا بہت بڑا عمل اچھا تھا یا بہت بڑا مجاہدہ تھا یا بہت بڑی نفلیں پڑھتے تھے یا وہ روزے رکھتے تھے یا بہت جہاد کچھ بھی نہیں انہم فتیہ وہ چند نوجوان تھے لیکن ایک کمال تھا ان میں امنو لبربھم انہوں نے اللہ کو اپنے پروردگار کو مان لیا سب سے بڑا مال ان کا یہ تھا کہ انہیں اللہ کی عظمت پہ یقین ہو گیا اعتماد ہو گیا اور یہ اعتماد ایسی نعمت ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ انہیں تو اعتماد ہوا ان کی اپنی حیثیت کے مطابق جتنا وہ سوچ سکتے تھے انہوں نے کیا اور انہیں پاگل بنانا یہ ہمارا کام ہے اس میں زیادتی پھر ہم نے کر دی اس نے انہیں ساری کائنات کو ٹھکرانے پر مجبور کر دیا لیکن میرے نام کو ٹھکرا نہ سکے ان کا سرمایہ تو یہی تھا جتنی ان کی سوچ تھی جتنا ان کا علم تھا جتنا ان کا مطالعہ تھا جتنا ان کا ذہن تھا جتنی ان کی جرات تھی اس کے مطابق انہوں نے مجھے مانا ضرور میں نے اپنا آپ زبردستی نہیں منوایا مانا انہوں نے انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق مانا وزدنٰھم ھدی ہم نے اپنی شان کے مطابق ان کے سینے میں انڈیل دیا فرمایا بس اتنی سی بات تھی ہم نے کیا انڈیلا اللہ پھر اس کی تعبیر بتائی ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا میں نے کہاں پہنچایا ان کو فرمایا

وربطنا علی قلوبھم

میں نے ان کے دل کو اپنی تجلیات ذاتی سے بہرہ ور کر دیا میں نے اپنی ذات کا رابطہ استوار کر دیا ان کے قلوب کے ساتھ ورنہ فرمایا چند نوجوان اپنا پورا خاندان بھی ہو اپنی ایک آبرو بھی ہو اپنے بہت بھائی بیوی بچے بھی ہوں اپنا ماں باپ اپنا خویش و اقارب اپنا کنبہ بھی رکھتے ہو اپنا گھر بار اپنے پیار کرنے والے لوگ اپنے محبوب بھی رکھتے ہوں پھر اس کے بعد ان سب کو چھوڑ کر وہ دشمنی مول لیں وہ بھی اپنی پوری قوم سے اپنے زمانے کی سلطنت سے اپنے زمانے کے حکمران سے ایک شہنشاہ سے پھر اس کے لئے ان کے پاس کوئی بہت بڑی طاقت ہونی چاہیئے فرمایا ان کے پاس طاقت یہی تھی

وربطنا علی قلوبھم اذقامو فقالوا ربنا رب السموت والارض

جہاں میں ان کے دل کے ساتھ رابطہ استوار کر لیا اپنی تجلیات کا مہبط بنا دیا ان کے قلوب کو وہ رابطہ جو تجلیات ذات کا تھا ان میں وہ جرات رندانہ پیدا کر دی کہ سر میدان کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے جو تم کہتے ہو یہ سلطان و میر یہ لاؤ لشکر یہ مال و دولت یہ کروفر یہ سب اس کی عطا ہے رب وہ ہے جس نے تمہیں بھی یہ دیا ہے اور جس نے ہمیں بھی وجود دیا ہم اس کے علاوہ کسی کو اپنا رب قبول نہیں کریں گے اور ہمارا رب تو وہ ہے جو ارض و سما کا رب ہے جو ساری کائنات کا رب ہے تمہارا بھی رب ہے ہم اس کے علاوہ کسی کو نہیں پکاریں گے اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر ہم بھی کسی اور کو رب مان لیں تو اس کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہم ہی ٹھکرائے جائیں گے پھر ہم بھی جھوٹ کہنے والے ہو جائیں گے اگر ہم بھی ساری قوم کے ساتھ ہم آواز ہو جائیں پہلے تم جھوٹے ہو پھر ہم بھی جھوٹے ہو جائیں گے اس کی عظمت پہ کوئی داغ کوئی حرف نہیں آئے گا

تو ولایت کیا ہے بندے کا وہ فیصلہ جو ایک لمحے میں وہ کرتا ہے کہ مجھے کیا چاہیئے اور اللہ کی وہ عطا جو عمر بھر اسے عطا ہوتی رہتی ہے اپنا بندہ بنا کر ولایت ولی اللہ کو اللہ کی ذات یا اس کی صفات میں شریک کار نہیں کر دیتی بلکہ اس کی ذات کو فنا کر دیتی ہے اللہ کی عظمت کے سامنے اس کی اپنی رائے اسی کی اپنی خواہش اس کی اپنی آرزو اس کی اپنی طلب اس کی اپنی جستجو مر جاتی ہے اور دل جو ہے دست باری میں چلا جاتا ہے اور آدمی وہ چاہتا ہے جو اللہ چاہے اس کی اپنی کوئی آرزو نہیں رہتی اس کی اپنی

کوئی خواہش نہیں رہتی یعنی ولایت کیا ہے

ولایت نام ہے انسان کے مٹ جانے کا اس کی خواہش و جستجو کے مٹ جانے کا اور ساری چیز کے چلے جانے کا اللہ کے دست قدرت میں

اور ولی کا فیض کیا ہے وہی دیوانگی جو اسے عطا ہوئی یہ سارا فضول ڈھکوسلا ہے کہ فلاں بزرگ کے پاس جاؤں تو دولت ملے گی فلاح بزرگ کے پاس جاؤ تو اولاد ملے گی فلاں بزرگ کے پاس جاؤ تو صحت ٹھیک ہو جائے گی ہم نے تو بے شمار بزرگوں کے دروازے دیکھے ہیں کسی کو خود صحت مند نہیں پایا لوگوں کو صحت کہاں دیتے ہیں ہم نے تو جہاں دیکھا اللہ کے بندوں کو دنیوی اعتبار سے بھی پریشان حال ہی دیکھا اور دنیا والوں کو ان پر ظلم کرتے ہی دیکھا اور وہ ایسے عجیب لوگ ہوتے ہیں کہ اپنی جان بچانے کے لئے کوئی بھاگ دوڑ نہیں کرتے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بے شمار موجیں اٹھ کر کنارے کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پلٹتی رہتی ہیں اور کبھی کسی موج کے پیچھے چٹان بھاگتی نہیں دیکھی حوادثات زمانہ ان لوگوں سے ٹکرا ٹکرا کر سر ٹپک ٹپک کر پلٹتے رہتے ہیں لیکن وہ انہیں اہمیت ہی نہیں دیتے کہ دو قدم ان کے پیچھے بھی چلیں ان سے کوئی سمجھوتہ ہی کر لیں کسی کی منت ہی کریں کسی کی خوشامد کر لیں کچھ نہیں کرتے انہیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے ایک دیوانگی ایک جنون ان کے پاس ہوتا ہے جسے اللہ کریم نے ربط کا نام دیا ہے

وربطنا علی قلوبھم

یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے دلوں کے ساتھ ذات باری کا رابطہ ہو جاتا ہے تعلق قائم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے روبرو کسی کو خاطر میں نہیں لاتے نہ انہیں برادری اور رشتہ داری روک سکتی ہے نہ انہیں زمانے کے رسم و رواج روک سکتے نہ انہیں عزت و بے عزتی کا کوئی مسئلہ روک سکتا ہے نہ انہیں لوگوں کی شہرت اچھی یا بری روک سکتی ہے نہ انہیں مال و دولت کی فکر روک سکتی ہے نہ انہیں کسی حکمران کی جبروت اور سطوت روک سکتی ہے نہ انہیں کسی ظالم کا ظلم باز رکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی منت و سماجت انہیں اس دروازے سے اٹھا سکتی ہے ساری کائنات ان کے لئے بے اثر ہو جاتی ہے سوا ایک نام کے ایک ذات کے ایک ہی ذات کی ارزو طلب اور جستجو کے باقی سب کچھ ان کے لئے نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے

اب انہوں نے قوم سے جب کہہ ہی دیا اور بڑے کھلے لفظوں میں کہا

ھو لاء قومنا اتخذو امن دو نہ الھہ

دیکھو ہماری قوم کو کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے دروازوں پر اپنا سر پٹک رہے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے مال ملے گا یہاں سے دولت ملے گی یہاں سے عزت ملے گی یہاں سے شہرت ملے گی اور اگر کوئی دوسرا یہ نعمتیں بانٹنے والا ہے تو اس پر یہ کوئی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے مخلوق تو خود لینے والی ہے سارے خود مخلوق ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اللہ کے مقابلے میں بغیر کسی دلیل کے کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کی جائے

پھر انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ ہمارا اور ان کا راستہ الگ الگ ہے ہم اور یہ مل کر نہیں رہ سکتے اس لئے کہ جہاں ان کے سر جھکتے ہیں وہاں ہمارا سر نہیں جھکنا چاہئے اور جس بارگاہ میں ہماری پیشانی نیاز خم ہوتی ہے وہاں ان کے سر اکڑے ہوئے ہوتے ہیں لہذا ان کا راستہ الگ ہے پھر انہوں نے اپس میں کہا

و اذا اعتز لتمو ھم و ما یعبدون الا اللہ

اللہ کے بغیر جن کو یہ معبود سمجھتے ہیں ہم کو چاہئے کہ انہیں بھی ٹھکرا دیں اور اس کے ساتھ اس پوری قوم کو ٹھکرا دیں جو اللہ کے دروازے سے ناآشنا ہے ان کا راستہ

الگ ہے ہمارا راستہ الگ ہے تو پھر ہم جائیں گے فرمایا آبادی اگر ان کے پاس ہے تو ہم ویرانے میں چلے جائیں گے آبادی چھوڑی جاسکتی ہے گھر چھوڑا جاسکتا ہے آرام قربان کیا جاسکتا ہے یہ نام و ناموس یہ عارضی اور جھوٹی عزت و آبرو یہ رسومات ترک کی جا سکتی ہیں لیکن اس ذات کے لئے ہمیں ویرانہ بھی کسی گلشن سے کم نہیں

فاوا الی الکهف

چلو غار میں چلتے ہیں محلات نہ سہی کھنڈر بھی نہ سہی غار تو ہے آبادی نہ سہی ویرانہ تو ہے کھانا پینا نہ سہی فاقہ مستی تو ہے لیکن اس فاقہ مستی میں ویرانے میں اس غار میں اس کی یاد تو ہے اس کی دروازے پہ سر تو رکھیں گے اس کا نام تو لیں گے اور یہ آبادیاں یہ دولت مندیاں یہ خزانے یہ امارت یہ محلات ہم سے ہمارے رب کا نام بھی چھین لیں گے یہ سودا ہمیں پسند نہیں ہے چلو غار میں چلتے ہیں اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ اپنی رحمت کو تمہاری غار پہ بھی متوجہ کردے اور تمہارے لئے وہاں بھی زندگی کو آسان کردے شہروں میں آبادیوں میں زندگی بانٹتا ہے ویرانے اس کی پہنچ سے اس کی نگاہ سے دور نہیں ہیں اس کی قدرت وہاں بھی ویسی ہی جاری و ساری ہوگی جیسی آبادیوں میں ہے چلو اگر آبادی ان کے پاس ہے تو ویرانہ اپنے لئے سہی اللہ کریم فرماتے ہیں میں نے بے شمار اسباب پیدا کئے ہیں ان پر انسانوں کو دسترس دی ہے انسان فضاؤں میں اڑتے ہیں انسان ایک جگہ کی بات کو آن واحد میں دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچا لیتے ہیں انسان نے بے شمار ترقی کی لیکن انسانیت مادی ذرائع میں تحقیق کرکے مادی وسائل کی مختلف صورتیں بناتی رہتی ہے یہاں تک تو میں نے انسان کو جرات دی ہے لیکن جو لوگ میری ذات میں فنا ہو جاتے ہیں ان کے لئے وہ نہیں فرمایا میں کرتا ہوں اور جب میں کرتا ہوں تو دیکھو تمہاری کسی سائنس نے سورج کا راستہ نہیں بدلا ہوگا

لیکن جب وہ دیوانے میرے دروازے پر میری امید پر میری آس پر میری مدد کی خواہش پر وہ اسی ویرانے میں لیٹ ہی گئے تو دیکھ لے میں نے سورج کو کہہ دیا کہ طلوع ہوتے وقت اس طرح کا کندھا دبا کر نکلنا اور غروب کے وقت ذرہ اس طرف جھک کر جانا کبھی ان پر دھوپ نہ پڑنے پائے یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں یہ اسباب کے پیچھے بھاگنے والے نہیں ہوتے بلکہ اسباب ان کی منشا کو دیکھ دیکھ کر بدلتے رہتے ہیں اور یہ اللہ کا کام ہوتا ہے انہیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ کب کیا ہو رہا ہے وہ وسائل وا سباب جن کے پیچھے دنیا ماری ماری پھرتی ہے وہ وسائل و اباب ان کے وجودوں کو تلاش کیا کرتے ہیں کہ ہم ان کے کام کیسے آئیں

فرمایا کہ کرامات جن کو تم سمجھتے ہو یہ ان کی خواہشات نہیں ہوتیں یہ ان کرامات کے حصول کے لئے میری بارگاہ میں نہیں آتے یہ ان کرامات کو ان شعبدہ بازیوں کو دکھانے کے لئے نہیں آتے وہ تو اپنی ذات سے گزر چکے ہوتے ہیں یہ تو ہمارا کرم ہے کہ ان پر دھوپ آنے لگے تو ہم سورج کا راستہ بدل ڈالیں اور نہیں اٹھنے کی تکلیف نہ دیں یہ تو ہمارا کام ہے

و تری الشمس اذا طلعت تزور عن کهفهم

تو دیکھے گا سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس غار کو بچا کر نکلتا ہے سارے دن کا سفر کرتا ہے لیکن اس کی نگاہ غار پر رہتی ہے انہیں دھوپ تنگ نہ کرے

و اذا غربت تقرضهم ذات الشمال و هم فی فجوه منه

غروب ہونے تک دامن بچا بچا کے گزرتا ہے انہیں دھوپ بھی پریشان نہیں کرتی ذالک من ایت اللہ اگر اسے تلاش کرنا ہے تو یہ ولی کی کرامت عظمت الہیٰ کی دلیل ہوتی ہے اور تم بھی اسی ذات کو طلب کرو جس نے

شیخ المکرّم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کی

وِڈیو کیسٹ

رمضان المُبارک میں اعتکاف کے دوران شیخ المکرّم مدظلہ

کے بیانات کی وِڈیو کیسٹس تیّار ہوچکی ھیں۔

رمضان المبارک	کیسٹ نمبر
۲۱ - ۲۲	۱
۲۳ - ۲۴ - ۲۵	۲
۲۶ - ۲۷ - ۲۸	۳
۲۹ - ۳۰	۴
تقریبِ رونمائی غبارِ راہ لاہور	5

۲۵۰/- روپے فی کیسٹ مع ۱۰/- روپے ڈاک خرچ۔ بنک ڈرافٹ

یامنی آرڈر ایڈیٹر المرشد کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں

ان وجودوں میں یہ برکت رکھ دی وہی تمہارا معبود بھی ہے تم ان وجودوں کی پوجا شروع نہ کر دو تم بھی اس ذات تک پہنچو جس نے ان وجودوں کو یہ تقدس عطا کر دیا وہ تمہیں بھی عزت و آبرو عطا کر سکتا ہے کیونکہ کرامات دلیل ہوتی ہے عظمت الٰہی کی جس طرح نبی کا معجزہ اس کی نبوت کی حقانیت کی دلیل ہوتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ

من یھد اللہ فھو المھتد

اللہ ہی جسے ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا ہے وہ شخص جس کے دل میں بنیادی طور پر وہ یہ ذاتی طور پر طے کرے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہئے اللہ کی رضا چاہئے جو یہ طے کرے کہ مجھے اللہ کی طلب میں اللہ کی آرزو میں اس کی رضا کی تلاش میں سب کچھ ہی ہار دینا چاہئے اسے یہ نعمت نصیب ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رکھو جس کے دل میں یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا جو خود یہ طے نہیں کر سکتا

و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا

اس کے لئے نہ کوئی ولی ہوتا ہے نہ کوئی ہادی ہوتا ہے نہ رہنما نہ کوئی واعظ ہوتا ہے نہ مبلغ کوئی بھی اس کے کسی کام نہیں آ سکتا یہ سارا معاملہ انسان کی ذاتی فیصلے پر منحصر ہے ہر واعظ ہر مقرر ہر پیر ہر مولوی ہر استاد ہمیں اس کے فوائد اور اس کے نقصانات سے آگاہ تو کر سکتا ہے لیکن فیصلہ کرنا ہمارا اپنا ہی کام ہے کوئی ہمارے لئے فیصلہ نہیں کر سکتا اور جب تک ہمارا فیصلہ اس قوت کا نہیں ہوتا کہ وہ ہماری ذات کو ہمارے کردار کو اور ہماری سوچ کو متاثر کرے تب تک اس پر ہدایت مرتب نہیں ہوتی

تو ولی سے حصول برکات کے لئے بنیادی طور پر اس فیصلے کی ضرورت ہوتی ہے جو انسان اپنے دل میں طے کرتا ہے کوئی ولی کوئی نبی کسی سے زبردستی فیصلہ نہیں کرواتا کیونکہ اللہ کا یہ قانون نہیں ہے اس نے انسان کو یہی اختیار دیا ہے ایک حسین کائنات اس کے سامنے بکھیر کر دوسری طرف اپنی ذات کی جلوہ نمائی کا اہتمام کر دیا اب یہ اسی پر ہے کہ یہ ادھر جاتا ہے یا ادھر جاتا ہے اگر یہ فیصلہ کرے انک لتھدی الی صراط المستقیم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کام ہے کہ آپ اسے صراط مستقیم پر لا سکتے ہیں لیکن اگر وہ خود فیصلہ نہ کرے تو زبردستی نہیں یہ فیصلہ اسی کا ہے کہ جب یہ بات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمائی جا رہی ہے تو آپ بھی اس پر زبردستی فیصلہ مسلط نہیں فرما سکتے خود اللہ نہیں فرماتے تو پھر پیر فقیر کیا کرے گا کسی کا کچھ بھی نہیں ہو سکتا جب تک انسان خود یہ طے نہ کرے

اگر یہ طے کر لے نہاں خانہ دل میں تو پھر اہل اللہ اس کے اس طرح کام آتے ہیں کہ وہ درد جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہ اس کے دل میں بھی پیدا ہو جاتا ہے انسان تو انسان فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ اگر کتا بھی لگ جائے تو وہ بھی برکات سے محروم نہیں رہتا فرمایا وہ تو لیٹے اور سو گئے ہم نے انہیں صدیوں کی قید سے آزاد کر دیا شب و روز کے جنجال سے انہیں بالاتر کر دیا سورج روز طلوع ہوتا ہے روز غروب ہوتا ہے موسم روز بدلتے ہیں آندھیاں اور طوفان بھی آتے ہیں اور آرام سے چلنے والی اور خوشبو بکھیرنے والی ہوائیں بھی چلتی ہیں بارش بھی ہوتی ہے دھوپ بھی نکلتی ہے لیکن وہ اس ساری گردش دوراں سے آگے مزے کی نیند سوتے ہیں اور فرمایا یہ ہمارا کام ہے یہ نہیں کہا کہ میں نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ ان کے پہلو بدلواتے رہو فرمایا میں خود ان کے پہلو پلٹتا رہتا ہوں کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف پھر وہ تو میرے دیوانے تھے ہی انہوں نے تو یہ فیصلہ کر ہی لیا ان کے ساتھ ایک کتا چلا آیا تھا

فرمایا میں نے اس کتے کو بھی اپنی رحمت سے محفوظ کر دیا میں نے اسے بھی ضائع نہیں ہونے دیا میں نے اسے بھی گردش دوراں کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر

ریا صدیاں بیت گئیں لیکن دیکھ لیں
و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید

ان کا کتا بھی اسی طرح سالم غار کے منہ پر بیٹھا ہے کہ زمانہ اسے بھی فرسودہ اور بوڑھا نہیں کر سکا اور اسے بھی تباہ و برباد نہیں کر سکا سورج کی تمازت یا طوفانوں کی تیزی اس کتے کو بھی پریشان نہیں کر سکی یہ اس لئے کہ وہ تو میرے طالب تھے ہی یہ میرا طالب نہ سہی یہ ان کا طالب تو تھا اس کو میری ذات کو پہچاننے کا شعور نہ سہی لیکن اسے انہیں جاننے کا شعور تو تھا ان کے دروازے پہ تو بیٹھا رہا فرمایا میری رحمت ایسی وسیع ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے جو ہوتے ہیں یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بے نصیب نہیں رہتا

تو فرمایا ولایت یہ ہے کہ کوئی جہاں کی آرزو کو نچھاور کردے اس کی رضا کو پانے کے لئے کسی میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے اور پھر اسے اس طرف سے رابطہ نصیب ہو جائے تو وہ ولی اللہ ہے اور اس سے لینا کیا ہے فیض کسے کہتے ہیں اسی طلب و آرزو کو اسی کرم و رحمت کو اسی شفقت الٰہی کو اسی کیفیت کو پانا یہ ولی کا فیض ہوتا ہے فرمایا ان سے تو ایک کتے نے بھی یہ برکت حاصل کر لی تو زمانے کی جکڑ بندیاں اس پر اثر انداز نہ ہو سکیں تو انسان اگر خلوص کے ساتھ کسی ولی کے دروازے پر جم جائے شرط یہ ہے کہ وہ بھی ولی ہو تو انسان کتنی بڑی نعمتیں پا سکتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکا لیکن ان نعمتوں کو سمجھنے کی کوشش کی جانی چاہئے یہ دال روٹی یہ صحت و بیماری یہ بہت سستی چیزیں ہیں بہت عام چیزیں ہیں بہت گھٹیا چیزیں ہیں یہ تو وہ چیزیں ہیں جن سے کافر بھی ڈیل کرتا ہے اب مرض سے صحت پانے کے لئے کسی کافر ڈاکٹر کے پاس بھی جا سکتے ہیں آپ دولت کمانے کے لئے کسی کافر کے دروازے پر بھی جا سکتے ہیں اقتدار پانے کے لئے کسی کافر کی منت بھی کر سکتے ہیں اگر یہی کچھ آپ کو اللہ کے دروازے سے یا کسی ولی اللہ سے نصیب ہوا اور اسے آپنے فیض سمجھا تو اس کافر اور ولی میں فاصلہ کتنا رہا فرق کیا رہا

ولایت وہ نعمت ہے جو صرف ولی کے پاس ہوتی ہے اور وہ ہے قرب الٰہی اور نصیب بھی وہیں سے ہو سکتی ہے یہ ایک درد ہے جو دلوں کو وہ مرض دیتا ہے جو شفا سے زادہ قیمتی ہوتا ہے وہ بیماری لگا دیتا ہے جو دوا سے زیادہ ضروری ہوتی ہے اور زمانے کی جکڑ بندیوں سے زمانے کی رسومات و رواجات سے اور یہاں تک ہر آدمی اپنا امتحان کر سکتا ہے جب تک کسی کے دل میں یہ بات رہے کہ میں اللہ کا ذکر کروں اللہ کی اطاعت کروں اللہ کے کہنے پر عمل کروں تو لوگ کیا کہیں گے زمانہ کیا کہے گا تب تک اس نے دل سے فیصلہ ہی نہیں کیا

اطاعت کا فیصلہ وہ فیصلہ ہے جو اس طرح کے تمام خوفوں سے انسان کو اوپر لے جائے اور دنیا کی کوئی قید اس کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکے تو قرآنی اصطلاح میں یہ ولایت ہے اور ایسے ہی اوصاف کا اس سے آگے حاصل کرنا جو ہے یہ فیض ہے برکات ہیں اس کے علاوہ ساری دنیا داری ہے خواہ کوئی پیر کرے عالم کرے میں کروں آپ کریں سب ہیرا پھیری ہے سب دنیا داری ہے حصول زر کے حیلے اور بہانے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھی اللہ کریم نے ہمیں بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے اپنی کتاب کی صورت میں ہم پر بہت بڑی مہربانی کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں اور اسی نعمت کو اسی امت پر عام کر دیا مسلمان اس دولت کو پانے کی استعداد رکھتا ہے شرط وہی دل کا فیصلہ ہے اس کے بعد اس کا کرم بڑھ کر تھام لیتا ہے

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

خطابات

غوث الاعظم رح

حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ۴۸۸ ہجری میں اٹھارہ برس کی عمر میں بغداد تشریف لائے ۴۹۶ ہجری میں علوم درسیہ کی تکمیل کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا

لیکن ۱۷ شوال ۵۲۱ ہجری کو منگل کی رات خواب میں سرور کائنات علیہ الصلواہ والتسلیمات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا سرکار دو عالم نے فرمایا عبدالقادر آپ وعظ کیوں نہیں کہتے

عرض کیا حضور میں عجم کا رہنے والا ہوں اہل عرب کے سامنے خطاب کی جرات کیسے کروں

اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حلق میں سات مرتبہ دم کیا چنانچہ اگلے روز ۱۷ شوال ۵۲۱ ہجری کو نماز ظہر کے بعد آپ نے منبر خطابت پر قدم رکھا یہ آپ کی زندگی کے اہم ترین مشن کا آغاز تھا پہلے ہی روز جب لب کشا ہوئے تو دھوم مچ گئی ـــ زبان و بیان کی لطافت اور خطابت کے یہ تیور اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کبھی مشاہدے میں آئے

اس سے پہلے بغداد میں آپ کی زندگی اس انداز سے گذری کہ کبھی بے ضرورت کسی سے بات نہیں کرتے تھے مشہور تھا کہ آپ شاید قوت گویائی سے محروم ہیں ایک ابتدائی خطبے میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں

"میرا نام عجمی مشہور تھا کیونکہ میں نے اپنے ارادہ سے خود کو گونگا اور بے زبان بنا رکھا تھا لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ گمنامی سے نکال کر مجھے منبر خطابت پر لا بٹھایا

تذکروں میں یہ وضاحت موجود ہے کہ جونہی آپ سخن کا آغاز کرتے اور فرماتے مفی القال و عطفنا الحال یعنی ہم قال سے حال کی سمت رجوع کرتے ہیں ـــ یہ سنتے ہی سامعین پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہو جاتی

ایک روز فرمایا

"لوگو میں تمہارے واعظوں کے مانند نہیں ہوں بلکہ میں اللہ تعالی کے حکم سے کلام کرتا ہوں اور میرے بیان کے ساتھ باطنی قوت کی تاثیر ہوتی ہے اور تجلیات الہیہ اثر لے کر نمودار ہو جاتی ہیں کیونکہ میری نظر ہمیشہ حقیقت پر رہتی ہے"

آپ کی آواز میں قدرت نے یہ اعجاز رکھا تھا کہ دور و نزدیک یکساں اور صاف سنائی دیتی تقریر جیسے جیسے آگے بڑھتی سامعین کا استغراق اور زیادہ ہوتا جاتا

شیخ ابولقاسم رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کی محفل میں ہماری ایسی حالت ہوتی گویا ایک نہایت شیریں خواب دیکھ رہے ہیں اور جب مجلس ختم ہوتی تو محسوس ہوتا کہ ایک پرلطف خواب سے آنکھ کھل گئی

حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز بڑی سرعت اور روانی کے ساتھ تقریر فرمایا کرتے موضوع کے اعتبار سے کبھی کبھار تند و تلخ باتیں بھی ہوتیں کیونکہ وقت وہ تھا کہ دین فطرت پر غفلت کے دبیز پردے پڑ چکے تھے لوگ رامش و رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اس لئے آپ بھی تلخ نوائی پر مجبور تھے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں

"لوگو میرے سخت کلام سے نہ بھاگو کیونکہ اللہ کے دین میں سختی نے مجھے پرورش کیا ہے میرا کلام سخت اور تلخ

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

- ــــــــ علم منازل سلوک اور چیز ہے حصول منازل اور چیز ہے۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے علم تصوف کا حصول محال ہے یہ تو القائی اور انعکاسی چیز ہے۔ جو صحبت شیخ اور صدیہ شیخ سے حاصل کی جاتی ہے۔
- ــــــــ علوم ظاہریہ کی تعلیم، فہم تفہیم، فائدہ استفادہ، الفاظ پر موقوف ہے۔ اور علم و معارف باطنیہ کا حصول، صحبت، و القاد و انعکاس پر موقوف ہے ــــــــ علوم ظاہریہ کا عالم الفاظ کا محتاج ہے اور علوم باطنیہ کے عالم کو اسکی احتیاج نہیں ــــــــ ان علوم کے حصول کے لیے ربط قلبی بہ شیخ سے اور بہ شیخ کا ربط القلب بالرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصوف کا ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ مادی آلات سے اور اعضا و جوارح سے علم سلوک حاصل نہیں کیا جاتا۔

لباس فہم بر بالائے او تنگ
سمند وہم در صحرائے او لنگ

(حضرت مولانا اللہ یار خان)

ہے جو شخص مجھ سے اور مجھ ایسوں سے بھاگے گا نجات نہ پائے گا

ایک خطبہ میں فرماتے ہیں ــــ "وہ طریقت جس سے شریعت کے کسی حکم کی توہین ہو صدیق کی جگہ انسان کو زندیق بناتی ہے" اور یہ کہ ــــ اس قوم کا حال موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح ہے کہ جن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بس گئی تھی اس زمانے کا بچھڑا سیم و زر ہے۔

بغداد اور آس پاس کا ماحول اتنا مکدر تھا کہ آپ کو اس سے اذیت ہوتی بالخصوص جس چیز سے آپ بطور خاص بے چین رہا کرتے وہ اس زمانے کے نقلی مشائخ کی گرم بازاری تھی لوگ پہلے ہی تباہ حال تھے کچھ یہ گندم نما جو فروش اپنے جعلی کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ان کے تابوت میں آخری میخیں جڑ رہے تھے لوگ بے عملی اور بے دینی کی طرف میلان رکھتے تھے اور یہ حضرات اس جنس کے سوداگر تھے لوگوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ایسے ہی دلالوں کی ضرورت تھی نتیجہ یہ کہ مریض کو زہر سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اتائی طبیبوں کے معالجہ سے ہوتا ہے چنانچہ اس مسموم ماحول کے خلاف حضرت غوث الاعظم نے پوری قوت سے آواز بلند کی ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں

"ہر جگہ ان لوگوں کی بھرمار ہے یہ وہ ذات شریف ہیں اگر گھروں میں ہوں تو بے عملی کے زندہ جاوید شاہکار ہیں نماز روزے سے غافل مگر اپنی دکانوں یعنی نام نہاد خانقاہوں میں متقی اور پرہیزگار بنے بیٹھے ہیں کھانے پینے کے معاملہ میں ایسے زندیق ہیں کہ حرام و حلال کی تمیز تک نہیں اور لوگوں میں وعظ و تذکیہ کرتے ہیں تو بھولے بھالے اور حق و صداقت کی تبلیغ کرنے والے نظر آتے ہیں پاس شریعت نہ ہوتا تو میں ان کا پردہ کھول کر بتا دیتا جو نفاق ان کے گھروں اور دلوں میں ہے لیکن میرے لئے ایک بنیاد ہے جس کو تعمیر کی ضرورت ہے"

پروفیسر مار گولیتھ لکھتا ہے کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کے خطبات فصاحت و بلاغت کے آئینہ دار ہیں ان میں حقیقت رسی اور بے باکی کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے اور انسان دوستی کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے

کیا فرق پڑتا ہے

ظفر احمد قریشی

پچھلے دنوں چڑیا گھر میں کچھ لڑکے تاریں پھلانگ کر اندر آ گئے حالانکہ اندر آنے کیلئے ٹکٹ خریدنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک لڑکے کو چوکیدار پکڑ کر لے آیا۔ پوچھا کہ تاریں کیوں پھلانگ کر اندر آئے ہو؟ تو اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے "۔ اب اس مختصر سے جواب سے وہ لڑکا اور اس کی تلاش کے دوسرے ساتھی مطمئن تھے مگر وہ اس کے مضمرات سے یقیناً بے بہرہ تھے۔ فرق تو اس طرح پڑتا کہ اسے ایک زوردار چانٹا رسید کر دیا جاتا تو وہ اگر پوچھتا (بلکہ جوابی حملہ نہ کرتا) کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ تو جواب بھی مختصر ہوتا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

دراصل یہی جواب ہمارے مسائل کا ذمہ دار ہے کہ ہم کچھ بھی کرلیں ہمیں فرق نہیں پڑتا اسی ناقص سوچ نے مسلمانوں کو بام عروج سے گرا کر پستیوں میں دھکیل دیا ہے نماز نہ پڑھی تو کیا فرق پڑا؟ روزہ نہ رکھا تو کیا فرق پڑا؟ زکواۃ سے گریز کیا تو کیا فرق پڑا؟ حق دار کا حق ادا نہ کیا، ماں باپ کی نافرمانی کی ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری نہ کیں۔ حاجتمندوں کی حالت روائی کی تو کیا فرق پڑا؟ چوری کرلی۔ ڈاکہ ڈال لیا۔ بندے مار ڈالے تو کیا فرق پڑا؟

اس سوچ نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ اگر اس سوچ کو بدل لیا جائے تو بات بالکل سیدھی ہو گئی۔ یعنی یہ تصور کر لیا جائے کہ ہر غلط کام کرنے سے ضرور فرق پڑتا ہے۔ غلط کام دنیاوی ہو گا تو دنیاوی سزا کا حقدار ہو گا۔ اس کی عزت جائے گی۔ اس کا ظاہری نقصان بھی ہو گا۔ حکمت خداوندی کی خلاف ورزی کرے گا تو گناہ گار ہو گا دنیاوی سزا سے تو شاید بچ سکے گا قادر مطلق کے حضور تو سزاوار ہو گا۔ بطور مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محاسبہ ہو گا اور اس احتسابی عمل کے نتیجے میں گناہ گار پکڑے جائیں گے اور انہیں سزا ہو گی۔ جب تک یہ بات ایمان کا جزو نہیں بنتی انسان کے اندر وہ شعور بیدار ہی نہیں ہو گا کہ کون سا کام کرنا ہے اور کون سا نہیں کرنا۔ جب پتہ چل جائے اور اس پر اس کا پورا ایمان ہو کہ اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا تو اس کا بدلہ دنیا میں شاید چالاکیوں کی وجہ سے نہ لیا جا سکے مگر روز محشر تو اس کا جواب دینا ہو گا تو وہ یقیناً لرزے گا اور وہ ایسی حرکت سے باز رہے گا مگر سوال یہ کہ اس شعور کو بیدار کیونکر کیا جائے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے قلوب پر مردنی چھا گئی ہے۔ جب وہ قلوب جنہیں یاد اللہ سے لبریز رہنا چاہئے تھا اس سے خالی ہوئے تو وہ ویران ہو گئے، اجڑ گئے اور جب گھر یا بستیاں ویران ہوتی ہیں تو وہاں جن، بھوت آباد ہو جاتے ہیں قلوب میں البتہ جن، بھوتوں کی بجائے شیطان بسیرا کر لیتا ہے۔ شیطان جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے وہ ہر برائی کو بڑا خوشنما بنا کر دکھاتا ہے اور نیک اور بھلے

خواب میں دکھائی دینے والی چیز کا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ اُس کا وجود صرف دیکھنے کی حد تک ہے۔ پھر معدوم ہو جاتا ہے۔

کشف میں جو وجود نظر آتا ہے وہ اس طرح کا ہے جیسے کسی مقرر کے ذہن میں تین چار گھنٹے کی تقریر کا وجود موجود ہوتا ہے پھر اُس تقریر کو زبان پر لاتا ہے۔

اسی طرح معمار کے ذہن میں عمارت کا جو نقشہ ہوتا ہے۔ وہی مادی طور پر اینٹ پتھر سے مل کر خارج میں ظاہر ہوا جو وجود ذہن میں ہوتا ہے اُس پر خارج میں ثمرات، اثرات اور احکام کی بنا ہوتی ہے۔

(مولانا اللہ یار خانؒ)

کاموں کو مشکل اور ناقابل عمل اور تکلیف دہ بنا کر دکھاتا ہے ۔ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ زکواۃ دیتے وقت تکلیف ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ اتنی رقم نکالنی پڑ رہی ہے ۔

نماز پڑھنی بوجھل لگتی ہے ۔ روزہ رکھنا دشوار محسوس ہوتا ہے حج پر جانا تکلیف دہ لگتا ہے کہ اتنی بڑی رقم خرچ کرو اور وہاں صعوبتیں اٹھاؤ۔ اس کی بجائے کسی اور ملک میں جا کر عیاشی کیوں نہ کی جائے۔ اپنا کام دیانتداری سے کرنے کا کیا جواز ہے جبکہ بغیر کام کئے اور فارغ رہ کر پورا معاوضہ حاصل کیا جا سکتا ہے اس طرح کی باتوں سے انسان ' شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے سارے مشن کو بھول جاتا ہے اور وہ ہر غلط کام کر کے خوش ہوتا ہے

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے قلوب کو شیطان کی آماجگاہ نہ بننے دیا جائے اور اگر اس نے قبضہ کر ہی لیا ہے تو پھر اس سے قلوب خالی کراوئے جائیں۔ کسی بھی ناجائز قابض کو نکالنا جان جوکھوں کا کام ہے شیطان بلا کسی طرح اپنا قبضہ چھوڑے گا؟ اسے نکل باہر کرنے کیلئے تو ایک بڑی طاقت کی ضرورت ہو گی۔ کسی سپر پاور کو حملہ کرنا ہو گا وہ باتوں کا تو قائل ہی نہیں اسے لاتوں کی بات سمجھ میں آئے گی۔ خوش قسمتی سے وہ طاقت وہ سپر پاور ' ہر انسان کے قریب ترین ہے۔ جب چاہے اس کا ستعمال کرے اور مطلوبہ مقصد حاصل کر لے یہ سپر پاور یا طاقت 'اسم ذات "اللہ" میں پوشیدہ ہے ۔ ان کو قلوب میں داخل کیجئے تو شیطان خود بخود بھاگ نکلے گا۔ ذکر خفی کے ذریعے جب یہ انوارات الٰہیہ 'یانئی حکومت ' قلوب پر قابض ہو گی تو وہاں یہ فاتح ' پہلے حکمران کی سب باقیات کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا ۔ یہی فاتحین کا وطیرہ ہے ملکہ سبا نے اپنے سرداروں سے یہی کہا تھا کہ " حکمران عزت والوں کو بے عزت کر دیا کرتے ہیں " تو جب قلوب نئے حکمران کی زیر نگین ہو جائیں گے تو انسان وہی کچھ کرنے کی صلاحیت پا لے گا جو خالق کائنات نے حکم دیا ہے اب ہر برا فعل کرنے سے ضرور فرق پڑے گا لہٰذا وہ اس سے اجتناب کرے گا ۔

قلوب پر شیطانی قبضہ ختم کروانے اور اس کی حکمرانی ختم کروانا ' ایک اہم اور ارفع ضرورت ہے ان پر انوارات الٰہیہ کا حملہ ' روحانی صحت اور بقا کیلئے ضروری ہے اس کی " عزت " ختم کرنا ہی تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔

آمین !

prayers. At that time it appeared strange, but now I realize that it was a part of our training. Before we asked him for amulets, he implicitly told us that he himself had to beg everything from Allah and we should also implore His mercy both for ourselves and for him. It is important to teach the seeker to ask everything from Allah. If you have already made me a holy shrine during my life, then you are definitely going to hoist all kinds of flags an my grave. Our precursors were pious and virtuous people. Their tombs are still plain, without a single brick and they are resting under the same few spades of clay spread over them on the first day. Although, this whole Order, from Kashghar to San Fransisco, actually belongs to them, no body has spent a penny on their graves. It is because the world neither found its way into their hearts nor it can ride their graves now. On the contrary, millions of rupees were spent for construction of domes on the tombs of the minions of the world. They did not spare the national wealth even after their death. But our models and ideals are our pious precursors. I don't want that you hoist flags on my grave tomorrow or decorate it with colourful mirrors and lights or hold musical concerts on it. If you want to take pity on yourself, then don't try to drag me in this quagmire. Allah willing, I shall also rest alone like my Shaikh,in a plain ground. It is strange that you demand amulets for crying children and frightened wives at a place where Divine refulgence is being distributed. A place where Allah's zikr is taught and suffused into the whole body including the skin and hair. Isn't unfair to leave this blessing and insist on amulets? Health and disease, wealth and poverty, strength and weakness, youth and old age, rise and decline, visit every house. It is a normal routine of this world. This is a Divine system which no one can change. The children of rulers become beggars in the same country and emperors are born in the posterity of destitutes. Strong people who crush down walls in their youth, walk with groggy legs, holding the same walls in their old age. A time comes when clear sighted people who could see for miles, start groping for things. This system is ordained by my Lord. Neither you, nor my amulet nor any body's blowing out can avert it. If you feel otherwise, you are mistaken. I do not want to become a living tomb. By Allah, I dislike that you stand up for me. I feel comfortable in living like a common man. I have my own duty and responsibility and you have your own. Respect and reverence do not warrant outward expression but automatically manifest themselves through one's speech and conduct. If a person expects others to rise in his honour, his desire is sufficient to invite Divine wrath for him.

roundings. You can step over it to reach Allah's audience but you cannot carve idols from it. I dislike when some one assigns undue importance to me. I don't like that people should kiss my hands. I feel most annoyed when you demand unnecessary amulets from me. I am not against amulets but I am definitely against this proposition of ignoring Allah and turning towards the creation. These amulets should not be given more importance that medical science. They may have positive effect and they may not. But it is very unfair to demand amulets because the child cries too much or the cow doesn't milk. Do you think the child will start reciting poetry after getting the amulet? Does he know any thing else except laughing or crying? He would always cry to express his needs and problems or to attract your attention. I leave it to your judgement that if you find some one distributing diamonds and jewels and also selling carrots and radish, what would you choose? Will you decide to take the insignificant vegetables along and leave the precious diamonds behind for a later visit? You would surely prefer the more valueable items because your eyes can see them and the mind can compute their relative values. If your intellect can evaluate worldly items there, why does it fail to discern and select the better commodity here. Perform Allah's zikr. This is the rarest and most precious commodity in the whole world. It is Allah's sole decision to create people or give them death. He is not bound by anybody's amulets. It is His Own decision to grant abundant provisions to His slaves or straiten them. I am an ordinary human being. You know that I haven't tasted sugar since months. I purchase bags of sugar but cannot use a single grain myself, because He has prohibited it for me . When this is my own condition, how can I alleviate your sufferings. If you come here to perform Allah's zikr and if He is present in your hearts, then why do you require my help to solve your small worldly problems? Why can't you refer these directly to Allah ? I spent quarter of a century with my Shaikh. Raja Muhammad Yousaf also spent twenty two years with him. Haji Muhammad Khan was there even before us. Both of them are witnesses that I never got a single amulet in my twenty five years long association with my Shaikh. Weren't we human beings? Didn't we have families? Didn't we fall sick or undergo other worldly trials? Of course we faced all these problems but we knew that the blessings which we wanted to acquire from our Shaikh were most superior, precious and sublime. We, therefore, did not care about any thing else. I have preserved the letters of my Shaikh. When he wrote to us, he asked us to pray for his problems. I used to feel surprised that he was asking us for

aulia Allah (Allah's friends)? Those who believe Him and develop such a strong relationship with Him that they hate to disobey Him and feel embarrassed to entreat anyone except Him.

Let me speak for my self. I am like a stone lying in a quagmire. I am there so that the wayfarers step on me and cross over safely to the other side. So far it is alright . But , if one decides to camp on the stone, he would never get to his destination. Similarly, if some one tries to push down the stone under the marsh, he would disrupt the way and deny a passage to the oncomers. Both actions would be equally deplorable. This world is functioning according to a set Divine pattern. There are various cures for diseases in different medical sciences. Similarly, there are supplications of The Holy Prophet (SAW) and his medical prescriptions for various ailments. At times, some diseases are also cured by reciting the verses of the Holy Quran and blowing upon them. But there is a limit to such practice and these methods should only be used once a while. It would be grossly incorrect to use this relationship purely for worldly purposes and reduce it to talisman trading. That would not be the path of guidance . I emphasise this because I am fed up of people asking amulets from me. That is not my profession. I am no one to challenge Divine decisions . I possess no authority whatsoever, to increase or decrease Allah's creation. I have no amulet to create any one against Divine will nor can I stop anyone coming into this world. I cannot dispense health to anyone whom He decides to give illness nor can I make any one sick when He desires to grant him health.If He bestows prosperity on some one, I cannot hold His Hand and if He afflicts someone with adversity, I cannot give away anything from His treasures. I am an ordinary human being like you , at times even weaker. Presently, I have poorer health than most of you. How can I, who himself gets sick, grant you health? Why do you expect provisions from the one who feels hungry himself? How can anyone, who himself requires sleep, protect you? If you come to me with these expectations, then I take Allah as a witness, that I am absolutely of no use to you. I declare it today and shall submit the same before my Lord on the Day of Judgement that I had duly cautioned you. If some one still deceives himself, that would be his personal decision. However, I openly acknowledge Allah's great favour that in a single glance I can infuse Allah's zikr in every cell of a person's body . By Allah's grace, I can accomplish that job in a moment for which renowned sufis require a lifetime. This is His sublime grace. If you are looking for Him, it is your good luck to find a strong stone in the marshy sur-

serted with strong emphasis that those who attain Allah's friendship will neither fear nor grieve. Fear denotes apprehension about future, while grief means sorrow about the past. The blessings of Allah's wilaya (friendship) carry so much peace and satisfaction that a human being is neither worried about the future nor obsessed by the past. He develops a special relationship with the Supreme Power. Although the whole creation belongs to Allah but this person develops such a strong relationship of faith and trust that the sorrows of past haunt him no more. After all, he has arrived at his destination, may be after a million ordeals. Those who reach the destination, forget the miseries of the journey. Similarly, they are not bothered about the future but feel reassured. This future includes death, the events that follow, Resurrection and the life of the Hereafter. Come what may, His protection is sufficient for him. If the President of a country is someone's personal friend, he would bother for any body else. If you tell him that the police or the income tax department is very strict , that won't have any effect on him. He knows that the head of all these departments is his friend. No one can harm him under this protection. Similarly, will anyone who has a real connection with Allah, care about the insignificant events of this world? However, if these small worldly incidents really worry us, we would have to review our relationship with Allah. Is our proclamation of the faith only verbal or do we have a heart rooted connection with Him? There is a vast difference between the two attitudes.

In the hustle bustle of today, we extend an altogether different invitation. We invite you to come and stay with us for sometime. We won't ask you to do anything which is forbidden by the religion. Remain within the permissible limits of Shariah, eat the pure and lawful, offer your prayers at the appointed times and perform Allah 's zikr with us . Not only your heart will start remembering Allah, but every organ and each cell of your body would reverberate with His Name. What shall be the effect of Allah's zikr? You will start trusting Allah and develop a strong sense of belonging to Him. You shall hesitate from imploring anyone accept Him. Who are

We invite you to come and stay with us for sometime. We won't ask you to do anything which is forbidden by the religion. Remain within the permissible limits of Shariah, eat the pure and lawful, offer your prayers at the appointed times and perform Allah 's zikr with us .

generated by the company of the Holy Prophet (SAW). It was the Allah's Book recited by the best reciter in the world, the Holy Prophet (SAW), but the disbelievers did not profess faith and died as infidels. However, those who believed, were elevated to the status of Companionship, by a moment's company of the Holy Prophet (SAW). There is an ocean of difference in the inner states of the heart of a Companion and other believers. According to Hadith, a non Companion cannot equal the recompense of a handful of oats given by a Companion in Allah's way, even by spending a Ahd size mountain of gold. The Companion was blessed with that inner realization of Divine Nearness which could not possibly be acquired by a non Companion. The effect of the blessings of the company of The Holy Prophet (SAW) so elevated the Companions as to place them directly before Allah. They listened to the Divine revelation with that degree of faith as if Allah Himself was speaking to them. They acted upon Divine Commandment with the sure conviction of its truth. The branch of knowledge related to the dissemination and acquisition of these inner states came to be known as Tasawwuf just as various other branches of religious knowledge were termed as fiqh, Hadith, tafsir etc.

Tasawwuf is the flow of Divine light, strength and blessed inner states from one bosom to the other. If we remain with a person carrying these blessings, we would also acquire them. We shall see ourselves before our Lord and feel His Presence. We shall realize that our Lord is always Aware of all our needs and shall feel convinced that He alone controls the entire universe, every thing belongs to Him and He alone is worthy of worship. Now whenever these inner states of the heart could not be acquired for lack of effort or the non-availability of the right person, rituals like the Hindu rituals crept in. Then pir (spiritual leader) came in between us and our Lord like the Brahmin in Hinduism and the priest in Christianity. We thought that we could have access to the pir only, beyond that was his job. When others watched this situation, they concluded that Tasawwuf was derived from the Hindu cult. Some said that it was a parallel religion, while some contented that there was absolutely no room for Tasawwuf in Islam. All these groups base their opinions on our current environment. But if they come to know the truth or get the opportunity to remain in the company of a blessed soul, it would initiate a positive change in their hearts. They would find no reason for its denial, actually based on our weaknesses, both of the pir and of his devotees.

The solution of this problem has been presented in these verses in the most beautiful manner. It is as-

THE INSTRUCTIONS

BY
MAULANA MUHAMMAD AKRAM AWAN

The subject that I want to dilate upon with reference to the recited verses of Surah Younas , forms the basis of our mission. The first point relates to the nature of Tasawwuf and Sulook. People have diverse views about it. Some emphatically question its necessity in the presence of Allah's Book and Sunnah and quote the Holy Prophet (Sall Allah-o Alaihi Wa Sallam): " I leave behind two things with you: Allah's Book and my Sunnah. If you hold them fast, you would never go astray." This group contends that there is just no room for a third element in religion. On the other hand, a group maintains that, without a shaikh, no one can attain salvation in the Hereafter or can become a good Muslim . The third group contends that Tasawwuf has been derived from Hinduism. The Hindus were expert in occult sciences and the Muslims have learnt such practices from them, which have no place in Islam. There is yet a fourth faction who assign everything to their shaikh and believe firmly that he shoots their every trouble. In short, their shaikh gives them everything and they would get nothing without him.

The Gracious Lord has always preserved the light of guidance and will preserve it forever. It is His decision that the teachings and the blessings of His Holy Prophet (SAW) would continue to reach the humanity in their original purity till the last day of this universe. What is going to be their form and what is that Tasawwuf which we term as Holy Prophet's (SAW) blessing? Tasawwuf is the development of an inner attribute to trust Allah. It is an esoteric state of the heart which cannot be acquired by reading books. You know that no body has ever become a physician or an engineer merely by reading books. The books only impart theoretical knowledge, which must always be substantiated by practical experience at a certain stage of the learning process. This combination of theory and practice produces an accomplished engineer or doctor. The books can yield only words.

The desire and the urge to adopt and act upon the Holy Words was

The Gracious Lord has always preserved the light of guidance and will preserve it forever.

تصوّف کیا نہیں

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقّی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی نِدا کرنا مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجّہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اتّباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عینِ تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السُّلوک)

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255